رکوع کی اہمیت

ناشر

مکتبہ ایوبیہ حدیث محل کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝

اللہ پاک کا حکم ہے کہ رکوع میں مل جاؤ

رکوع کی رکعت

امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے پر رکعت کے صحیح ہو جانے کا مدلّل ثبوت

ناشر

مکتبہ ایوبیہ ناشر از اسلامی کتب

حدیث محل۔ اے۔ ایم ۱۸ کراچی ۱ پاکستان

۱۴۰۲۳۱۵

ھدیہ 6/-

40 روپے

رکوع کی رکعت کا صحیح فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، شارحین اور محققین کے فرامین کی روشنی میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ
حضرت ابوبکرہؓ
حضرت زید بن وہبؓ
حضرت ابن مسعودؓ
حضرت ابوامامہؓ
حضرت ابن عمرؓ
حضرت ابوہریرہؓ
حضرت زید بن ثابتؓ
حضرت امام مالکؒ
حضرت امام شوکانیؒ
علامہ محمد بن اسمٰعیلؒ
امام ابن خزیمہؒ
علامہ حسین یمانی انصاریؒ
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
حضرت امام بیہقیؒ

حضرت امام شافعیؒ
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
حضرت امام احمدؒ
امام اسحٰق بن راہویہؒ
حضرت امام اوزاعیؒ
حضرت امام ابو ثورؒ
حضرت امام ابوداؤدؒ
حضرت امام نسائیؒ
حضرت امام سیوطیؒ
مولانا محی الدین نومسلمؒ
علامہ نواب صدیق حسنؒ
مولانا عبد الغفور غزنویؒ
مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ
مولانا محمد جوناگڑھیؒ
مولانا عبد الجلیل سامرودیؒ

مولانا عبد الستار محدث دہلویؒ
مولانا محمد اسحٰق کوٹکپوریؒ
مولانا عبد القادر حصاریؒ
مولانا عبد اللہ نونؒ
مولانا عبد اللہ فیصل آبادی
مولانا محمد یونس دہلوی
مولانا قاری کرم الجلیلی
مولانا محمد داؤد رازؒ
شیخ محمد ناصر الدین البانی
شیخ جار اللہ الجار اللہ
حافظ محمد ادریس سلفی
حافظ محمد الیاس سلفی
وغیرہ
وغیرہ

ایک رسالہ موسومہ "صلوٰۃ الرسول شائع ہوا ہے جس میں رکوع کی رکعت کے انکار میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا ہے اور جو علماء سلف و خلف رکوع سے رکعت کے ہو جانے کے قائل و عامل ہیں اُنکی تردید کی ہے لہذا برائے احقاق حق بنظر خیر خواہی جملہ اہل اسلام چند سطور در اثبات رکعت رکوع بذریعہ رسالہ ہذا ہدیۂ ناظرین ہیں۔ وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق

آپ اصحاب اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد امام پر واجب ہے اور بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔ حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ سے بھی سورۂ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ. لیکن اب یہ مسئلہ ہے کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پاکر رکوع میں چلا گیا ہو اور مقتدی حالتِ رکوع میں امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو تو اُس وقت رکعت شمار کی جائے گی یا نہیں۔

ایک فریق نے قیام و فاتحہ میں اتنا غلو کیا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے رکوع کو ہرگز شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اُن کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن

میں اس امر کا قائل نہیں۔ اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دیکر بھرے سے ایک مسئلہ کو چھوڑ ہی دوں۔ چنانچہ جو احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ انْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے۔ بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اول یہ امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس سے صریحًا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے۔ چنانچہ اس بات پر یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے۔

مؤلف کتاب ہٰذا کا صفحہ ۶۳ میں یہ لکھنا کہ (ابو بکرہ ؓ نے) رکوع کے پانے[^1] کی فضیلت اور ثواب کے شوق میں ایسا کیا الخ بالکل غلط بل کہ اغلط ہے کیونکہ صحابی مذکور کا خود اپنا بیان ہے کہ میں رکوع میں رکعت کے فوت ہوجانے کے خوف سے دوڑ کر ملا جس سے صاف عیاں ہے کہ صحابہ کرام رکوع کی رکعت کے قائل و عامل تھے۔

اب فرمایئے کہ اس رسالہ کے مؤلف کا اعتبار کیا جائے یا صحابی

[^1]: لہ رکوع پانے والا

مذکور کا صرف ہم نہیں بلکہ جس کے اندر بھی انصاف ہوگا وہ تو یہی کہے گا کہ
قولِ صحابی کے خلاف کسی کی توجیہ بیان کرنا غلط اور بے انصافی ہے
اور اگر صرف فضیلتِ رکوع ہی حاصل کرنے کے لئے صحابی مذکور نے
اتنی کوشش کی تھی تو پھر حالتِ جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا
اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت کیوں نہیں کہ جس طرح حالتِ
رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے۔ کیا سجدہ میں شامل ہونا ثواب
نہیں؟ بعد ازاں آپ کا فرمان وَلَا تُعِدْ (بِضَمِّ التَّاءِ) اس امر کو خوب
اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو رکعت کے اعادہ
کا امر نہیں فرمایا چنانچہ علامہ حافظ محمد بن اسمٰعیل شارح بلوغ المرام فرماتے
ہیں وَلَا تُعِدْ بِضَمِّ الْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ مِنَ الْإِعَادَةِ أَيْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا
عَلٰى طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ فَإِنَّهَا صَحِيْحَةٌ یعنی لَا تُعِدْ اعادہ
سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ قریب بات یہ ہے کہ لَا تَعْدُ بِفَتْحِ التَّاءِ
عَدْو سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں
فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْكَلَامِ مَا يُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ یعنی اس حدیث سے
یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کے
فرمان زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے
کہ اس کی رکعت ہوگئی تھی سبل السلام ص۱۵۱۔

علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ
مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے بلکہ
اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس

بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَحِيْحِهِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس وقت اس رکعت کو نہ شمار کرو۔ اور جو کوئی رکوع میں آکر ملے اُس نے نماز پائی۔

لفظ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے کَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمَاهِرِيْنَ بِالْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ۔ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے ضعیف کہا گیا ہے لیکن امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپ کا سکوت اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابلِ حجت ہے اور متروک العمل نہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے سکوت کے بعد غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ چست بالکل فضول اور بیکار ہے۔

ہاں مؤلف نے اپنے رسالہ میں جابجا عون المعبود کا حوالہ بہت دیا ہے مگر افسوس پوری عبارت نہیں نقل کی جس کا اُن کو بھی خود اقرار ہے حالانکہ اسی کتاب عون المعبود میں علامہ شارح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ رکوع کا پانے والا رکعت کا پانیوالا ہے

علیؓ ابن مسعودؓ وزیدؓ وابن عمرؓ ومعاذؓ وابوامامہؓ سہل بن حنیف وابوبکر صدیقؓ
یہ سب صحابہ رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ امام مالکؒ وامام شافعیؒ و
امام ابوحنیفہؒ وثوریؒ واوزاعیؒ وابوثورؒ وامام احمدؒ واسحاقؒ رکوع کی رکعت
ہوجانے کے قائل ہیں باوجودیکہ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقتدی
ومنفرد وامام سب پر سورۂ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں
کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو بھی پایا
جس کو امام ابن خزیمہؒ نے اس باب کے تحت میں درج کیا ہے۔
بَابُ[1] ذِکْرِ الْوَقْتِ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِیْہِ الْمَامُوْمُ مُدْرِکًا لِلرَّکْعَۃِ
اِذَا رَکَعَ اِمَامُہٗ قَبْلُ " عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مَعَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ
صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَکَھَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آ ملے
اُس کی رکعت ہوگئی۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کرکے
صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں
کہ جان لو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت
میں پائے اُسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپ نے فرمایا
ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی

[1] یعنی باب ہے کہ امام رکوع میں ہو تو اس وقت مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

حالت میں پائے اور وہ سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کردے تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آکر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو کوئی رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آملے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی۔

پھر فرماتے ہیں فعرفت بھذا ان مثل ھذہ الحالۃ مخصصۃ من عموم ایجاب قراۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ یعنی وجوب قراۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورۃ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جاوے گی۔ پھر فرماتے ہیں وان المراد ادراک الکامل اس سے مراد ادراکِ کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پائی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں فان ظاھرہ بل صریحہ ان المؤتم اذا وصل والامام راکع وکبر ورکع قبل ان یقیم الامام صلبہ فقد صار مدرکا لتلک الرکعۃ وان لم یقرا حرفا من حروف الفاتحۃ یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ رکوع میں ملنے والا رکعت کا پانے والا ہے اگرچہ اس نے سورۃ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو۔ (نور العین وعون المعبود)

(چوتھی حدیث) عن ابی ھریرۃ من ادرک الرکوع من الرکعۃ الاخیرۃ فی صلوۃ الجمعۃ فلیضف الیہ اخری رواہ الدارقطنی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

ہم اس حدیث کو استشہاداً پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس سوائے قیاس کے بالفاظ صریحہ کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف احادیث التفاسیرؒ نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا ہے (خطبات التوحید)

(پانچویں حدیث) اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالطَّحَاوِیُّ مِنْ طَرِیْقِ سُفْیَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ زَیْدِ ابْنِ وَہْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاَدْرَکْنَا الْاِمَامَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعْنَا ثُمَّ مَشَیْنَا حَتّٰی اسْتَوَیْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَی الْاِمَامُ الصَّلٰوۃَ قُمْتُ لِاَقْضِیَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ قَدْ اَدْرَکْتَ الصَّلٰوۃَ۔

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبداللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہو گئی۔ رحمۃ الھداۃ میں ہے اَخَذَ بِیَدِیْ عَبْدُ اللّٰہِ فَاَجْلَسَنِیْ یعنی حضرت عبداللہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رکوع کے پانے والے کو رکعت کا پانے والا جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابُ اِذَا اَدْرَکَ الْاِمَامَ باب ہے اس وقت کا جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں قَالَ الشَّافِعِیُّ بِاِسْنَادِہٖ اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ فَرَکَعَ ثُمَّ دَبَّ رَاکِعًا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا۔ پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا۔ کما ھو فی حدیث اخر قال الشافعی وھکذا نقول وقد فعل ھذا زید بن ثابت یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔

پھر امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت وابی امامہ سہل بن حنیف وابوبکر صدیق و عبداللہ بن زبیر ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت کیا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے

(ساتویں حدیث) اَخرَجہ مالکؒ فی المؤطا انّہ بلغہ انّ ابن عُمر وزید ابن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ رکوع ملنے سے رکعت شمار کرتے تھے ——— امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

الغرض ان احادیثِ نبویہ واقوالِ صحابہ واسلافِ اُمّت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوچکی کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ لیکن جو لوگ کہ اس کے قائل نہیں ہیں اُن کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہوگئے لہٰذا رکعت نہ ہوئی۔ اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ شوکانیؒ دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قرأۃ فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرأۃ فاتحہ اور قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع

میں رہ گیا ہو۔ اور جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اُس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اُٹھ گئی۔

اب میں اپنے مضمون کو بخوفِ طوالت علامہ شوکانی ہی کے قول پر ختم کرتا ہوں۔ آپ آخر میں فرماتے ہیں وَفِیْ هٰذَا الْمِقْدَارِ الَّذِیْ ذَکَرْنَا کِفَایَةٌ فَاشْدُدْ بِذٰلِكَ وَدَعْ عَنْكَ مَاقَدْ وَقَعَ فِیْ هٰذَا الْمَبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالتَّرَدُّدِ وَالتَّشَكُّكِ وَالْوَسْوَسَةِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔ یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں بس یہی تجھکو کافی وافی ہے۔ اس کو مضبوط پکڑ لے اور جو بھی اس مبحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہوا ان سب کو چھوڑ دو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوٹ

یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے اور نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے۔ فقط احقاقِ حق منظور ہے لہٰذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اوّل یہ کہ ہم کو نمبر وار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ فرضیت فاتحہ وقیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی رح پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں۔ ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اُس سے ہم کو متنبہ

کرسکتے ہیں فقط ابو اشفاق محمد اسحاق کوٹ کپوری

تحقیق حضرت العلام مولانا محمد صاحب جونا گڈھی رحمہ اللہ

رکوع کی رکعت

یہ مسئلہ مدتوں سے مختلف فیہا چلا آتا ہے۔ اہلحدیث میں بھی اس کی بابت دو جماعتیں ہیں۔ ایک اس کی قائل ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت ہو گئی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ نہیں ہوئی۔ طرفین کے پاس بہت بڑی بڑی دلیلیں ہیں اور دونوں طرف سے بہت کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں آئے دن دفتر میں سوالات آتے رہتے ہیں اس لئے ارادہ ہے کہ اس مرتبہ اس مسئلہ کی تحقیق اخبار محمدی کے صفحات پر آجائے لیکن نہ بطور مباحثہ کے اور مناظرہ کے بلکہ بطور ایک تشفی طلب دل کی تسکین کے اس لئے ہم یہاں پر طرفین کے دلائل اور اس میں محاکمہ نہیں کرتے۔ نہ کوئی لمبی چوڑی بحث میں پڑنا چاہتے ہیں بلکہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ یہ عبارت آپ کی کتاب الفتح الربانی میں ہے اور ہم اسے عون المعبود جلد اول صفحہ ۳۳۶ اور

ص۳۲ سے نقل کر رہے ہیں۔ اصل عبارت مطول ہے اور پوری کے نقل کرنے سے اردو داں حضرات کو کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں اور عربی داں حضرات اُسے اصل کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں اسلئے ہم یہاں صرف اس کا پورا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ بطور سوال جواب کے ہے ٹھیک ترجمہ ملاحظہ ہو۔

سوال علماء اسلام رضی اللہ عنہم کا سورۂ فاتحہ کے بارے میں اس شخص کے لئے کیا ارشاد ہے جو اپنے امام سے رکوع کی حالت میں ملا ہے کیا امام کے سلام کے بعد اُسے وہ رکعت ادا کرنی پڑیگی اس لئے کہ اس سے قیام و قرأت فوت ہوگئی ہے جیسے کہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا اقتضاء ہے کہ جو پاؤ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے تمام کرلو۔ اور ایک روایت میں ہے پورا کرلو اور جیسے کہ اس کی موافقت میں طبرانی کی روایت میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ جو ملے پڑھ لے اور جو پہلے ہو چکی ہے اُسے قضا کرلے۔ یہ جملہ اس فرمان کے بعد ہے کہ خدا تیری حرص کو بڑھائے اب ایسا نہ کرنا۔ اور جیسے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حالت پر پاؤں گا اُسی پر ہو جاؤں گا۔ اور جو نماز پہلے گزر چکی ہو اُسے پھر پوری کرلوں گا۔ ایک دن جب یہ پہنچے حضورؐ کچھ نماز پڑھ چکے تھے یا رکعت کا ایک حصہ ادا کر چکے تھے جس حالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ بھی اسی میں مل گئے۔ اور جب سلام پھر گیا تب اپنی فوت شدہ رکعت ادا کرلی۔ حضورؐ نے فرمایا معاذؓ نے

تمھارے لئے اچھا طریقہ جاری کیا ہے تم اسی طرح کیا کرو ۔۔۔ یا ۔۔۔ رکوع میں ملنے والا اس رکعت کا پانے والا ہے گو اسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا جیسے کہ مقتضٰی اُس حدیث کا ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص امام کے ساتھ رکوع پالے اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ کھڑی کرے یقیناً اُس نے اُس رکعت کو پالیا۔ اس حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے۔ باب ہے بیان میں اُس وقت کے جس میں مقتدی رکعت کو پالینے والا ہوتا ہے۔ اور بدلیل اس حدیث کے جیسے دار قطنی لائے ہیں کہ جسکا امام ہو پس امام کی قرأت اُس کی قرأت ہے۔ گو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ اس روایت کی تمام سندیں باتفاق تمام حفاظ حدیث کے ضعیف ہیں۔ حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کئی سندوں سے روایت ہوئی ہے لیکن سب سندیں ضعیف ہیں۔ ٹھیک بات یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ ابن ہمام (حنفی) نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کے کثرتِ طرق سے اس کی تقویت کی ہے۔ اور فقیہ صالح عقیلی نے ابحاث مسدّدہ میں بحث کر کے اس مسئلہ کے متلاشی کا تردد اور بڑھا دیا ہے۔

پس آپ مہربانی فرما کر وہ جواب عنایت فرمائیے جس سے تسلی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

بقیہ حفاظ علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی کا جواب صحیح دلیلوں سے

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سورۂ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا ہر نمازی پر فرض ہے خواہ وہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو امام اور اکیلے پر سورۂ فاتحہ کی فرضیت تو ظاہر ہے مقتدی پر اس کی فرضیت اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سوائے سورۂ فاتحہ کے اور قرأت سے منع فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حدیث میں ہے کہ جس شخص نے نماز کو اچھی طرح نہیں پڑھا تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بتلا کر آخر میں فرمایا اسی طرح ہر رکعت میں کرنا رہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صریح دلائل سے اتنا تو ثابت ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ گو بظاہر ان دلیلوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز میں ایک مرتبہ الحمد کا پڑھ لینا کافی ہے لیکن بہت سی دلیلیں اس بات کی ہیں کہ ہر ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے اور اس کی دلیلیں بہت واضح بالکل ظاہر اور صاف کھلی ہوئی ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب یہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے کہ حکم یہ ہے کہ امام کو جس حال میں مقتدی پائے اسی حال میں مل جائے اور جو امام کرے وہی اُسے بھی کرنا چاہیئے۔ پس جو شخص امام کے قیام کے آخری وقت پہنچا اسے اُسی حالت میں مل جانا چاہیئے۔ جب یہ اللہ اکبر کہہ کر مل گیا اب اس پر اپنے امام کی تابعداری ضروری ہے کیونکہ یہی حکم ہے۔ ارشادِ نبوی ہے جب امام رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جیسے حدیث میں ہے کہ امام اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے

پس اگر مقتدی اپنے امام کے رکوع میں چلے جانے کے بعد بھی کھڑا رہ گیا اور سورۂ فاتحہ پڑھتا رہا تو اس نے اپنے نبی کے اس حکم کا خلاف کیا۔ پس صاف ثابت ہے کہ امام کے ساتھ اسے مل جانا چاہیئے اور اسکی مطابقت کرنی چاہیئے اور اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنا چاہیئے پھر حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ اُٹھائے اُس نے رکعت پالی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مقتدی جو امام کی رکوع کی حالت میں شامل نماز ہوا ہے اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وقت ہی اُسے نہیں ملا اس لئے بمجرد رکوع پالینے کے رکعت پالی معلوم ہوگیا کہ یہ حالت مخصوص ہے سورۂ فاتحہ کے ہر ہر رکعت میں واجب ہونے سے۔ اور یہ بے ثبوت بات ہے کہ مقتدی اس حالت میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اور یہ بھی بے ثبوت چیز ہے کہ اِدراک (پالینے سے) مراد کامل ادراک ہے۔ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی پالے۔ ایسا مطلب لینے سے تو یہ حدیث بالکل بے معنیٰ اور مہمل ہو جاتی ہے کہ جس نے امام کی کمر اُٹھانے سے پہلے امام کو پالیا اس لئے کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ صراحت یہ ہے کہ مقتدی تکبیر کہہ کر جب امام سے اس کے رکوع کی حالت میں اس سے پہلے کہ امام سر اٹھالے مل گیا اُس نے اُس رکعت کو پالیا گو سورۂ فاتحہ کا ایک حرف بھی پڑھنے کا موقع اُسے نہ ملا ہو۔ پس یہ پہلا امر ہے جس میں یہ شخص جیسے اس مسئلہ میں شبہات وشکوک میں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ جب یہ پہنچا اور امام کو رکوع کی حالت میں پایا یا قیام کی بالکل آخری وقت میں

پا لیا۔ پھر اُس نے کھڑے ہو کر قرأت شروع کی اور یہ چاہا کہ امام سے اُس کے رکوع کے ختم ہونے سے پہلے ہی مل جائے تو اُس نے اُس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کی جس کا عموماً حاصل ہونا محال ہے اس وجہ سے وہ اس حدیث کو بیکار و مہمل چھوڑنے والا ہوا یعنی امام کو اُس کی پیٹھ اُٹھانے سے پہلے پا لینے کی حدیث کو دوسری مخالفت جو لازم آتی ہے یہ ہے کہ وہ ان حدیثوں کا بھی خلاف کرتا ہے جن میں امام کی اقتدار کا اور اُس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنے کا اور اس کے سر اُٹھا کر سیدھا کھڑا ہونے کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونے کا حکم ہے۔ اس کی تفصیل سنئے۔ یہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ امام رکوع میں ہے، یا رکوع کے بعد اور اُس نے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کیا۔ اول سے آخر تک اس سورت کو پڑھا۔ فرمائیے اب اس میں کیا شک رہ گیا کہ اُس نے اپنے امام کی مخالفت کی۔ اُس کے رکوع کے ساتھ رکوع نہیں کیا۔ اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ اس کے سیدھا کھڑا ہونے کے ساتھ یہ سیدھا کھڑا بھی نہ ہو سکے حالانکہ حدیث کی رو سے امام کی متابعت فرض ہے اور فرض کا خلاف حرام ہوتا ہے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اپنے امام کو جس حال میں پائے اسی طرح کرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام کے ساتھ اسی حالت میں شامل ہو جاتا کہ جس پر امام کو پایا ہے۔ لازم ہے اُسے اُسی طرح کرنا چاہیئے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ امام کے رکوع کے ساتھ رکوع اور امام کے اعتدال کے ساتھ اعتدال ہو۔ اس نے امام کو تو کسی اور حال

میں پایا اور خود سورۃ فاتحہ پڑھنے لگا تو اُس نے امام جس کام میں تھا وہی نہیں کیا اور اس حکم کا خلاف کیا جس کی تعمیل اُس پر فرض تھی اور جس کی مخالفت اس پر حرام تھی۔ اور جب تجھ پر وہ خرابیاں کُھل گئیں جو اس مقتدی پر بھی سورۃ فاتحہ واجب کہنے میں ہیں جو اپنے امام کو رکوع کی حالت میں یا اس کے بعد پائے۔ اور تو اس پر آگاہ ہو چکا کہ ایسا کرنے سے تین صحیح اور ثابت شدہ حدیثوں کا خلاف لازم آتا ہے تو صاف ثابت ہو گیا کہ حق وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس حالت میں جو اس مقتدی کی ہے یعنی اپنے امام کو اُس نے رکوع کی حالت میں پایا ہے یا رکوع کی تیاری کی حالت میں پایا ہے یا رکوع کے بعد کی حالت میں پایا ہے وہ مخصوص ہے سورۃ فاتحہ کی ہر نمازی کے اوپر کی فرضیت سے اس کی مزید تائید جن حدیثوں سے ہوتی ہے اُن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ جو امام کو سجدہ کی حالت میں پائے اسے اُسکے ساتھ سجدہ میں مل جانا چاہیئے۔ ہاں وہ اسے کچھ شمار نہ کرے (یعنی رکعت ملی ہوئی نہ سمجھے) یہ دلیل ہے اس پر کہ جو امام کو اس کے رکوع کی حالت میں پالے اور رکوع میں مل جائے وہ اس رکعت کو شمار کر لے بلکہ یہ حدیث بھی اس قابل ہے کہ اوپر جو خرابیاں بیان کر آئے ہیں اُن کے ساتھ اُسے چوتھی خرابی شمار کی جائے۔ اور اسے بھی مطلوب پر استدلال کیا جائے اور کہا جائے کہ جو شخص اپنے امام کے ساتھ اُسی حالت میں شامل نہیں ہو جاتا پھر اُس رکعت کو شمار کرتا ہے اُس پر قطعاً یہ صادق آتا ہے کہ اس نے مراد حدیث

کی مخالفت کی اس قدر بیان کافی ہے تو اسے مضبوط تھام لے اور اس مسئلہ میں جو جوش اور خلط ملط اور شک و تردد اور وسوسے اور افراط و تفریط ہو رہی ہے اُسے چھوڑ دے وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

اَخبار محمدی دہلی حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا فتویٰ کسی حاشیہ کا محتاج نہیں۔ الحمد شریف کا پڑھنا مقتدی پر بھی فرض ہے۔ خاص رکوع ملنے سے رکعت ہو جانے کی چونکہ حدیث ہے اور اس وقت اسے الحمد پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملتا اس لیئے یہ صورت اس میں سے مخصوص ہے جس طرح وضو فرض ہے لیکن پانی کے نہ ملنے کی صورت میں تیمم کافی ہے۔ اور جس طرح ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں لیکن مسافر پر دو ہی ہیں۔ اس مخصوص صورت میں الحمد کے نہ پڑھے جانے اور اس کے معاف ہو جانے سے الحمد کی فرضیت پر مطلق اثر نہیں پڑتا جیسے کہ حنفیوں کے ہاں قیام فرض ہے پھر بھی وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت شمار کرتے ہیں اور قیام کی فرضیت کو باقی مانتے ہیں وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ (یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء ج ۹ ص ۳)

علماء غزنویہ کا فتویٰ

مولانا عبدالغفور بن مولانا محمد صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہم اللہ ترجمۃ المشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۳۶ بَابُ مَا عَلَی الْمَاْمُوْمِ کی فصل ثانی میں ایک حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں مع عربی اردو

ملاحظہ فرمائیں:- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْہُ شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

ترجمہ:- روایت ہے ابوہریرۃ رضؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ آؤ تم طرف نماز کے اور ہیں سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ۔ اور جس نے پایا رکوع ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اس نے رکعت نماز کی۔ روایت کی یہ ابوداؤد نے۔

اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر ۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس نے پایا رکوع الخ۔ کہا شوکانی نے جمہور کے نزدیک اس حدیث میں رکعت سے رکوع مراد ہے۔ پھر ہوگا امام کو رکوع میں پانے والا پانے والا اس رکعت کا اور یہی مذہب ہے جمہور کا۔ نیل انتہی بلفظہ۔

رکوع کی رکعت کے شمار ہونے نہ ہونے کے بارے میں صحابی رسول ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۹ میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

امام مالک رح کی کتاب موطا سے موجود ہے چنانچہ مع عبارت عربی اور ترجمہ اردو اسی کتاب ترجمۃ المشکوٰۃ سے ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَیْرٌ كَثِیْرٌ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

ترجمہ:- اور روایت ہے ابوہریرۃ رضہ سے کہ تحقیق وہ تھے کہتے کہ جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی رکعت اور جس کی رہ گئی پڑھنی سورۂ فاتحہ پس تحقیق رہ گیا اس سے ثواب بہت یعنی بوجہ رکوع میں ملنے کے وہ سورت فاتحہ نہ پڑھ سکا

اس پر جو حاشیہ ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ حاشیہ نمبر (۱۰) جس نے پایا رکوع الخ کہا ابن عبدالبر نے استذکار میں جمہور فقہاء یہی کہتے ہیں کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا پس خود بھی تکبیر کہہ کر شامل ہو گیا امام کے اٹھنے سے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی۔ یہی مذہب ہے امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام ابوحنیفہ رح اور اصحاب اُن کے کا۔ اور یہی مذہب ہے ثوری رح اور اوزاعی رح اور ابوثور رح اور امام احمد رح اور اسحاق رح کا۔ اور یہی مروی ہے علی رضہ اور ابن مسعود اور زید رضہ اور ابن عمر رضہ سے اور میں نے سند سے یہ نقل کیا ہے اپنی کتاب تمہید میں۔ انتہی بلفظہ

۱

حضرت مولانا محی الدین صاحب لکھوی مسلم کا فتویٰ

آپ اپنی کتاب بلاغ المبین کے صفحہ ۲۳۲ پر بایں الفاظ باب کا عنوان منعقد فرماتے ہیں

"رکوع میں امام کے ساتھ مقتدی کے ملنے سے اس رکعت کے شمار ہونے کے بیان میں" پھر صفحہ ۲۳۳ کتاب ہذا پر پہلی حدیث وہی نقل فرماتے ہیں جو ہم نے اوپر مولانا عبد الغفور غزنوی رح کے ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے۔ پھر اس کا ترجمہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ اور روایت ہے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آؤ تم طرف نماز کے اور ہم سجدہ میں ہوں پس سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ اور جس نے پایا رکوع یعنی ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اس نے رکعت۔

نیز تشریح فرماتے ہیں کہ مجمع البحار میں لکھا ہے:۔

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔

یعنی جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی اس نے۔

رکعت یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں جا ملا اس کی رکعت ادا ہوگئی۔

اسی طرح اپنی اسی کتاب بلاغ المبین میں متعدد احادیث لا کر ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے گی تسلی کے لئے ملاحظہ ہو بلاغ المبین از مولانا محی الدین صاحب مرحوم (لکھوی) اہلحدیث۔

الحمد للہ اب وہ بات بھی نہ رہی۔ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ میاں سوا جماعت غربا اہلحدیث کے اور کوئی بھی نہیں کہتا کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے۔ ثم الحمد للہ۔ حالانکہ مولانا عبدالغفور غزنویؒ اور مولانا محی الدینؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کا شمار ہونا ایک الگ مسئلہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا نہ پڑھنا ایک الگ مسئلہ ہے

فتوٰی مولانا حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال ۲۲۳:۔ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز ہی نہیں ہوتی، کیا جواب ہے۔

سائل۔ مولانا خضر الدین صاحب ازکھولا ہاٹی ضلع رنگپور

جواب ۲۲۳:۔ مسئلہ علی التعمیم تو یہی ہے کہ بلا قرأت فاتحہ نماز نہیں ہوتی مگر تعمیم کے بعد تخصیص بھی ہوا کرتی ہے لہٰذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلہ شرعیہ واحادیث صریحہ اس سے مخصص ہے چنانچہ عون المعبود

شرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی مفصل ومبسوط بحث موجود ہے۔
نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی نور العین من فتاوی شیخ حسین کے صفحہ ۴۶ پر رقم طراز ہیں ثُمَّ ثَبَتَ بِحَدِیْثِ مَنْ اَدْرَكَ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَهَا اَنَّ هٰذَا الَّذِيْ اَدْخَلَ مَعَ الْاِمَامِ الَّذِيْ لَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ بِمُجَرَّدِ اِدْرَاكِهٖ لَهٗ رَاكِعًا فَعُرِفَتْ بِهٰذَا اَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ مِنْ عُمُوْمِ اِيْجَابِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ۔ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّ ظَاهِرَهٗ بَلْ صَرِيْحَهٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَاِنْ لَمْ يَقْرَءْ حَرْفًا مِّنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَةِ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع مل گیا اس کی رکعت ہوگئی۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ یہ امام کے ساتھ رکوع میں داخل ہونے والا جس نے قرأت فاتحہ پر قدرت نہیں پائی رکوع میں ملنے ہی سے اس کی رکعت ہوگئی اور یہ حالت قرأت فاتحہ کی وجوبی تعمیم سے مخصص ٹھیری۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ اسکا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس حالت میں آئے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اس کی رکعت ہوجائے گی اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت میں نہ پڑھا ہو انتہیٰ۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کا وجوب شارع علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے حالتِ قیام میں ثابت ہے نہ کہ حالت رکوع میں پس
جو شخص حالتِ قیام میں آکر ملے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے یقیناً اسکی
نماز بموجب حدیث لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ
وغیرہ احادیث صحیحہ صریحہ کے نہ ہوگی۔ اور جو شخص رکوع میں آکر
ملا تو اب یہ حالت بدل گئی۔ اس حالت میں اس پر قراءتِ فاتحہ
واجب نہیں بلکہ حدیث اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ اور فَلْيَصْنَعْ
كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ کی رو سے رکوع میں جھکنا واجب ہے۔
فَلَوْ تَوَقَّفَ الْمُؤْتَمُّ عَنِ الرُّكُوْعِ بَعْدَ رُكُوْعِ الْاِمَامِ وَاَخَذَ يَقْرَءُ
فَاتِحَةَ الْكِتٰبِ لَكَانَ مُخَالِفًا لِهٰذَا الْاَمْرِ ایسی حالت میں اگر
مقتدی کھڑا رہا اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے
حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کرکے ایک جرم کا ارتکاب کیا۔

پس یہ حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جائے گی اور
بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو
شخص حالتِ قیام میں ملا بیشک اس کی نماز بلا فاتحہ ہرگز نہ ہوگی
اور جو حالتِ رکوع میں ملا اس کی رکعت ہو جائے گی (كَمَا هُوَ
مُبَيَّنٌ فِيْ مَوْضِعِهٖ)

بعض لوگ حدیث فاتحہ اور حدیث رکعت رکوع میں بظاہر تعارض
دیکھ کر ایک کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں جو ہرگز درست نہیں بلکہ
ہر دو احادیث اپنے اپنے محل پر قابل تعمیل و تسلیم ہیں۔ اس کی مثال

دو حالتوں اور دو شخصوں پر محمول و مبنی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی اور مسافر کی ہو جاتی ہے اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَ الْأَدِلَّةِ وَلَا تَنَاقُضَ فِيْهَا فَافْهَمُوْا وَتَدَبَّرُوْا۔

نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ کے ص۳۱ میں مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا جمہور علماء سے ثابت کیا ہے حیث قَالَ الْمُرَادُ بِهَا هٰهُنَا الرُّكُوْعُ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَيَكُوْنُ مُدْرِكُ الْإِمَامِ رَاكِعًا مُدْرِكًا لِّتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَإِلٰى ذٰلِكَ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فتح الباری کے پ۲ صفحہ ۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقمطراز ہیں إِنَّ الْمَسْبُوْقَ يُدْرِكُ الرَّكْعَةَ بِتَمَامِهَا بِإِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ یعنی رکوع میں ملنے سے پوری رکعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم بھی باوجود ادعاء فرضیت فاتحہ کے مدرک رکوع سے فرضیت فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے صفحہ ۱۳۵ میں مرقوم ہے فَإِنَّهَا (أَيْ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ) تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوْقِ إِذَا أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا۔ فتاویٰ ستاریہ ج۱ ص۱۷۱

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار

تمام الخشوع بادراک الرکوع

از افادات
حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی امابعد

حضرات اہلحدیث کثر اللہ سوادہم۔ کراچی سے ایک رسالہ شائع ہوا ہے جسمیں یہ سوال ہے کہ:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مدرک رکوع یعنی امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ رکوع پانے والے نے سورہ فاتحہ مطلقاً نہیں پڑھی احادیث صحیحہ کی روشنی میں جواب دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

سائل کا نام مذکور نہیں اس کا جواب مولانا محمد یونس صاحب پرتاپ گڑھی کی طرف سے تحریر میں آیا ہے جس کا نام اتمام الخشوع باحکام الرکوع ہے

تشہیر کیا گیا ہے فاضل مجیب نے اپنے جواب میں کس دلیری و جرأت سے کام لیا ہے آپ حضرات ہی اندازہ لگا سکیں گے۔ ہمیں کہنے کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ صفحہ ۳ میں آپ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں "بعض مدعیان اہلحدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت ہو جانے پر اڑے ہوئے ہیں"۔

حضرت امام بیہقی رح کی کتاب المعرفہ سے حضرت مولانا شمس الحق شارح ابوداؤد نے اپنی عون ص۳۳ میں نقل کیا ہے " باب إِذَا أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا" اس میں امام شافعیؒ حضرت ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابو امامہ اور ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مسئلہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَفِي مَعْنَاهُ حَدِيْثُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى إِلَى الصَّفِّ۔

اس کے بعد یوں فرماتے ہیں۔

وَفِي ذَالِكَ دَلَالَةٌ عَلٰى إِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ بِإِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ وَقَدْ رُوِيَ صَرِيْحًا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَابْنِ عُمَرَ وَفِي خَبَرٍ مُرْسَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي خَبَرٍ مَوْصُوْلٍ عَنْهُ غَيْرِ قَوِيٍّ الخ

ابوبکرہ کی روایت کے بعد لکھتے ہیں اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ رکوع کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ امام بیہقی نے سُنن کبریٰ صفحہ ۹۰ جلد ۲ میں "بَابُ مَنْ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ" میں حضرت ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت اور ابوامامہ سہل بن حنیف اور ابن مسعود رضوان اللہ علیہم سے باسند روایت بیان کی ہے اور آپ خود فرماتے ہیں "وَفِيْ ذَالِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى إِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ وَلَوْلَا ذَالِكَ لَمَا تَكَلَّفُوْهُ" ان کے ان افعالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے ورنہ یہ ہستیاں اتنی زحمت نہ اٹھاتیں۔

حضرت مولانا شمس الحق شارح ابوداؤد عون المعبود صفحہ ۳۳۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ اِلٰى اَنَّ مَنْ اَدْرَكَ الرُّكُوْعَ مُدْرِكٌ لِلرَّكْعَةِ مِنْ غَيْرِ اِشْتِرَاطِ قِرَأَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ حَافِظُ الْمَغْرِبِ اَبُوْعُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِذْكَارِ شَرْحِ الْمُوَطَّا قَالَ جُمْهُوْرُ الْفُقَهَاءِ مَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا فَكَبَّرَ وَرَكَعَ وَاَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ الْاِمَامُ رَاْسَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ اِلٰى اَنْ قَالَ هٰذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَصْحَابِهِمْ وَالثَّوْرِيِّ

وَالْاَوْزَاعِیِّ وَاَبِیْ ثَوْرٍ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَرُوِیَ ذٰالِكَ عَنْ عَلِیٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَیْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَقَدْ ذَکَرْنَا الْاَسَانِیْدَ عَنْهُمْ فِی التَّمْهِیْدِ

یعنی جمہور سلف وخلف اس طرف گئے ہیں کہ رکوع پانے والا مدرک رکعت ہے سورۃ فاتحہ کی کوئی شرط نہیں علامہ ابن عبد البر مغربی حفاظ حدیث سے اپنی استذکار شرح موطا میں فرماتے ہیں۔ کہ جمہور فقہا کہتے ہیں جس نے امام کو رکوع میں پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے زانو کو پکڑ لیا بے شک اس نے یہ رکعت پالی۔ آگے چل کر فرماتے ہیں امام مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ، ان کے ساتھیوں اور امام ثوری اور امام اوزاعی اور امام ابو ثور اور امام احمد اور امام اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے وارد ہے ان کی سندیں ہم نے تمہید میں بیان کی ہیں امام شافعی کا مسلک ان کی کتاب الام صہ ۹۰ و صہ ۱۵۷ ج ۱ میں ہے۔

مانصہ لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَدْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ الْاِمَامُ ظَهْرَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ اِعْتَدَّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ۔ یعنی اگر آدمی نے امام کو رکوع امام کے اپنی پشت رکوع سے اٹھانے سے قبل پایا اس کی وہ رکعت ہو گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین سے سنن بیہقی صہ ۹۱ ج ۱ میں ہے۔

إِذَا أَدْرَكَهُمْ رُكُوعًا كَبَّرَ تَكْبِيرَتَيْنِ لِافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَتَكْبِيرَةً لِلرُّكُوعِ فَقَدْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ یعنی جس نے لوگوں کو رکوع میں پایا افتتاح اور رکوع کیلئے تکبیریں کہہ کر شامل ہوگیا اس کو رکعت مل گئی۔

حضرت ابن عمر فتویٰ دیتے تھے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا امام کے سر اٹھانے سے پہلے تو اس نے اس رکعت کو پالیا۔ ملاحظہ ہو سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲ الفظ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ تِلْكَ الرَّكْعَةَ۔ حضرت سعید بن المسیب اور میمون بن مہران سے بھی اس رکعت کا ہوجانا مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ج ۱ میں وارد ہے۔ امام بیہقی کتاب القرأۃ ص ۱۵۰ میں فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّهُ يَجْعَلُهُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ بِإِدْرَاكِ الرُّكُوعِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْآثَارِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَرَوَيْنَا فِيهِ مِنَ الْمُرْسَلِ وَلَا يَدْخُلُ سُقُوطُ الْقِرَاءَةِ عَنِ الْمَأْمُومِ بِإِدْرَاكِ الرُّكُوعِ عَلَى مَا قُلْنَا لِأَنَّ ذَالِكَ رُخْصَةٌ وَرَدَ بِهَا الشَّرْعُ فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهَا الخ یعنی امام شافعیؒ تو مدرک رکوع کو مدرک رکعت شمار کرتے ہیں چونکہ اس بارے میں روایتیں حضرت ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن الزبیر سے ثابت ہوئی ہیں۔

پھر اس میں ابو بکرہؓ کی حدیث بھی ہے اور ایک مرسل بھی ہے۔ ہم پر مدرکِ رکوع سے قرأت ساقط ہونے کا اعتراض نہیں وارد ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ تو ایک رخصتی چیز ہے۔ جس کی رخصت شرع شریف سے ہی آچکی ہے۔

اس کے بعد امام بیہقیؒ نے دل کھول کر مدرکِ رکوع کا مدرکِ رکعت ہونا واضح فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ہم نے اس کتاب کا بمعہ التزام صحت عربی ترجمہ بھی کیا ہے۔ خدا کو منظور ہو گا تو حلیہ طبع سے بھی محلّٰی ہو کر منصہ مشہود پر ظاہر ہو جاوے گی وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

اب قدرے مولانا کے ارشادِ گرامی پر صـ۳ کو ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

"بعض مدعیان اہلحدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت ہو جانے پر اڑے ہوئے ہیں"۔

اور مضمون صـ۵ پر

"رکوع میں رکعت لینے والے حدیث کے خلاف کرنے میں کس قدر بے باک ہیں۔

اور صـ۴ کے مضمون میں

"حدیث ابو بکرہؓ۔ اس میں کہیں نہیں کہ ابو بکرہ کی رکوع والی رکعت

ہو گئی۔ یہ محض لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے"

مُلاحظہ فرما کر آپ کے شیخ الحدیث ہونے کی ضرور ہی داد دیں۔

ابو بکر صدیق و علی و ابن عمر و

ابو امامہ و زید بن ثابت و ابن مسعودؓ و غیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور امام شافعی۔ امام احمد۔ امام اسحٰق بن راہویہ، امام اوزاعی۔ ابو ثور۔

و امام مالک و غیرہ رحمہم اللہ کی بزرگ ہستیاں اور جمہور سلف اور خلف

بقول شیخ الحدیث کے خلاف کرنے میں کیا واقعی بے باک تھیں ؟

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب نے ص۳۳ میں رکوع

میں رکعت شمار کرنے والی ہستیوں کو احناف سے جا ملایا۔

سُنیئے! زید بن وہب کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ

اُن کے گھر سے نکلا مسجد کی طرف۔ ہم جب مسجد میں پہنچے ہیں تو امام نے

رکوع کر دیا ابن مسعودؓ نے تکبیر کہکر رکوع کر دیا۔ میں نے بھی رکوع کر دیا

امام اپنی نماز پوری کر چکا تو میں اس خیال سے کھڑا ہو نے کہ مجھے

رکعت نہیں ملی"

"فَاَخَذَ عَبْدُ اللّٰہِ فَاَجْلَسَنِیْ وَقَالَ اِنَّکَ قَدْ اَدْرَکْتَ"

عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے بیٹھ تیری رکعت ہو گئی۔ دیکھو (مصنف ص۱۶۲ ج ا سنن بیہقی ص۹۰ ج ا۔)

مجمع الزوائد میں طبرانی کبیر سے اسے بیان کیا ہے۔ وَقَالَ رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ منتخب کنز العمال مطبوعہ مصر ص۲۵ ج ۳ عون المعبود ص۳۳۵ ج ا میں ہے۔

اِنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَابْنَ عُمَرَ کَانَا یُفْتِیَانِ الرَّجُلَ اِذَا انْتَھٰی اِلَی الْقَوْمِ وَھُمْ رُکُوْعٌ اَنْ یُکَبِّرَ تَکْبِیْرَۃً وَقَدْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ قَالَ وَاِنْ وَجَدَھُمْ سُجُوْدًا سَجَدَ مَعَھُمْ وَلَمْ یَعْتَدَّ بِذٰلِکَ اَخْرَجَہٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِیْ جَامِعِہٖ عَنِ الزُّھْرِیِّ۔ زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ تو مدرکِ رکوع کی رکعت ہو جانے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔

کیا شیخ الحدیث صاحب کچھ روشنی ان پر بھی ڈال سکتے ہیں؟ کیا یہ ان بزرگ ہستیوں کی حدیثِ نبوی یا ذاتِ نبوی کے خلاف کرنے میں واقعی بیباکی ہی ہے؟ یا لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے؟ یا بے وجہ مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں؟ آخر کچھ تو گوہر افشانی فرمایئے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح ابو داؤد عون ط۳۳۶ ج ا میں فرماتے ہیں۔

قَدْ اَلَّفَ السَّیِّدُ الْعَلَّامَۃُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ الْاَمِیْرُ رِسَالَۃً فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ وَرَجَّحَ مَذْھَبَ الْجُمْھُوْرِ وَکَتَبَ

اَبحَاثًا فِی الجَوَابِ عَلَیہِمَا۔

علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمانی شارح بلوغ المرام نے رکوع میں رکعت ہو جانے کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے اور جمہور کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔

شیخ الحدیث صاحب! ان کے متعلق بھی کچھ ارشادِ گرامی فرمایئے۔

شیخ الحدیث صاحب صـ۴۲ میں فرماتے ہیں۔

"اس حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ ابو بکرہ کی رکوع والی رکعت ہو گئی یہ محض لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے"۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں صـ۹۹ ج ۲ میں۔ حُجَّۃُ الجُمہُورِ حَدِیثُ اَبِی بَکرَۃَ حَیثُ رَکَعَ دُونَ الصَّفِّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرصًا وَلَا تَعُد وَلَم یَامُرہُ بِاِعَادَۃِ تِلکَ الرَّکعَۃِ۔

نیز صـ۲۲۳ ج ۲ بضمن استدلال امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

وَاستَدَلَّ الشَّافِعِیُّ وَغَیرُہُ بِحَدِیثِ اَبِی بَکرَۃَ عَلٰی اَنَّ الاِستِحبَابَ لِکَونِ اَبِی بَکرَۃَ اَتٰی بِجُزءٍ مِنَ الصَّلٰوۃِ خَلفَ الصَّفِّ وَلَم یُؤمَر بِالاِعَادَۃِ لٰکِن نُہِیَ عَنِ العَودِ اِلٰی ذٰلِکَ فَکَاَنَّہُ اُرشِدَ اِلٰی مَاھُوَ الاَفضَلُ۔

بہرصورت ابی بکرہ کی روایت میں اعادہ کا حکم نہیں ہے۔ یہ بات جمہور کی بھی تسلیم شدہ ہے علاوہ امام شافعی کے امام بخاری رح کی جامع صحیح بخاری ہی کو ملاحظہ فرمالیں امام ممدوح اپنی صحیح میں اسی ابو بکرہ کی حدیث پر بایں اسلوب عنوان قائم فرما رہے ہیں۔

"بَابٌ اِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ"

حدیث کے اخیر لفظ وَلَا تَعُد اور باب کو بہ نظر غائر ملاحظہ فرمائیں جس سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ رکوع دون الصف آئندہ نہ کرنا۔ حافظ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

اَیْ اِلٰی مَاصنعت مِنَ السَّعْیِ الشَّدِیْدِ ثُمَّ مِنَ الرُّکُوْعِ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ الْمَشْیُ اِلَی الصَّفِّ وَقَدْ وَرَدَ مَا یَقْتَضِیْ ذَالِکَ صَرِیْحًا فِیْ طُرُقِ حَدِیْثِہٖ لِمَا تَقَدَّمَ بَعْضُھَا وَفِیْ رِوَایَۃِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْمَذْکُوْرَۃِ فَقَالَ مَنِ السَّاعِیْ۔ وَفِیْ رِوَایَۃِ یُوْنُسَ بْنِ عُبَیْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عِنْدَ الطَّبْرَانِیِّ فَقَالَ اَیُّکُمْ صَاحِبُ ھٰذَا النَّفَسِ قَالَ خَشِیْتُ اَنْ تَفُوْتَنِی الرَّکْعَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃِ حَمَّادٍ عِنْدَ اَبِیْ دَاؤٗدَ وَغَیْرِہٖ اَیُّکُمُ الرَّاکِعُ دُوْنَ الصَّفِّ؟

امام ابوداؤد نے بھی باین عنوان باب عقد فرمایا ہے۔

"بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُوْنَ الصَّفِّ"

امام نسائی نے بہ ایں طور باب عقد فرمایا ہے۔

"اَلرُّكُوْعُ دُوْنَ الصَّفِّ"

امام سیوطی زہر الربی میں فرماتے ہیں۔

لَا تَعُدْ بِفَتْحِ اَوَّلِهٖ وَضَمِّ الْعَيْنِ مِنَ
الْعَوْدِ اَيْ اِلٰى اَنْ تَرْكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ
حَتّٰى تَقُوْمَ فِي الصَّفِّ

نواب والاجاہ بھوپالی عون الباری ص ۱۷ ج ۳ میں فرماتے ہیں۔

لَا تَعُدْ اِلَى الرُّكُوْعِ دُوْنَ الصَّفِّ مُنْفَرِدًا فَاِنَّهٗ
مَكْرُوْهٌ لِحَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ
فَلَا يَرْكَعْ دُوْنَ الصَّفِّ حَتّٰى يَاْخُذَ مَكَانَهٗ مِنَ الصَّفِّ وَالنَّهْيُ
مَحْمُوْلٌ عَلَى التَّنْزِيْهِ وَلَوْ كَانَ لِلتَّحْرِيْمِ لَاَمَرَ اَبَا بَكْرَةَ
بِالْاِعَادَةِ۔ مولانا شمس الحق شارح ابوداؤد صفحہ ۲۵۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

لَا تَعُدْ اِلٰى مَا صَنَعْتَ مِنَ السَّعْيِ الشَّدِيْدِ ثُمَّ الرُّكُوْعِ
دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ الْمَشْيِ اِلَى الصَّفِّ وَقَدْ وَرَدَ مَا يَقْتَضِيْ
ذٰلِكَ صَرِيْحًا فِيْ طُرُقِ حَدِيْثِهٖ۔

امام بخاری ودیگر ائمہ حدیث کا مقصد اس حدیث پر باب وغیرہ

سے صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی شدید سے جانے کو ہی منع فرمایا ہو۔ زادک اللہ حرصاً۔ گویا جواب ہے ابوبکرہؓ کے قول "خَشِيتُ أَن تَفُوتَنِي الرَّكْعَةُ مَعَكَ" کا۔ آپ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر اعادہ رکعت کا آپ نے انھیں ارشاد نہیں فرمایا۔

سوال اب یہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے بعض باب محض بطریق استفتار اور سوال ہیں اور احادیث مافی الباب ان استفساروں کے جوابات ہیں امام بخاری کے باب إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ اور نسائی کے باب الرکوع دون الصف کو بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے باب میں استفسار ہے کہ صف سے ورے جب رکوع کرے تو اس کے لئے رکعت کے اعادہ کا کیا حکم ہے۔ امام نسائی کے باب میں بایں اسلوب استفسار ہے کہ صف سے ورے رکوع کرنے کا کیا حکم ہے۔ ابوداؤد کے بایں طریق استفسار ہے کہ صف سے ورے رکوع کرنے والے کے لئے کیا ارشاد ہے۔ ان سب کا مآل ایک ہی ہے۔ حدیث ابوبکرہ رضؓ تمام پہلوؤں کا جواب ہے سعی شدید وغیرہ سے رد کر دیا ہے۔ اس کی رکعت ہو گئی اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادۂ نماز کا انھیں حکم نہیں فرمایا۔ یہی محدثین نے سمجھا ہے۔ ابوداؤد کی روایت بالکل واضح ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع دون الصف ثم المشی

الی الصف ہی سے منع فرمایا ہے۔ اس میں ابوبکرہؓ کو نماز کے اعادہ کا اصلاً حکم نہیں فرمایا۔ اور یہی محدثین کا واضح کرنا ہے۔ رہا اس ابوبکرہؓ کی روایت میں زیادتی وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ شیخ الحدیث صاحب نے جزء القرأۃ سے وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ خطاب کے لفظ سے ذکر کیا ہے صفحہ ۳ میں مگر اصل کتاب سبقک نہیں ہے۔ بلکہ ما سبق ہے۔ اس روایت میں ایک راوی عبداللہ بن عیسے الخزاز ہیں۔ امام ابو زرعہ نے کہا منکر الحدیث۔

ابن عدی فرماتے ہیں یہ یونس اور داؤد بن ابی ہند سے ایسی روایتیں روایت کرتا ہے کہ لَا يُوَافِقُهُ عَلَيْهِ الثِّقَاتُ اَحَادِيْثُ اَفْرَادٌ كُلُّهَا امام نسائی فرماتے ہیں لَيْسَ بِثِقَةٍ ملاحظہ ہو میزان امام ذہبی ابن القطانؒ فرماتے ہیں لَا اَعْلَمُ لَهُ مُوَثِّقًا۔ اس کا ثقہ کہنے والا کوئی تا ہنوز معلوم نہیں ہوا۔ ابن عدی نے کہا مُضْطَرِبُ الْحَدِيْثِ وَلَيْسَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِهٖ۔ یہ مضطرب الحدیث ہیں اور حجت پکڑنے کے لائق نہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی اور جزء القرأۃ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَسَمِعَ نَفَسًا شَدِيْدًا اَوْ بَهْرًا مِّنْ خَلْفِهٖ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ لِاَبِيْ بَكْرَةَ اَاَنْتَ صَاحِبُ هٰذَا النَّفَسِ؟ قَالَ نَعَمْ فِدَاكَ خَشِيْتُ اَنْ تَفُوْتَنِيْ رَكْعَةٌ مَّعَكَ فَاَسْرَعْتُ الْمَشْيَ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ صَلِّ مَا اَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَ۔

ابوبکرہؓ کی غرض صرف اس حرکت سے حضور صلعم کے ہمراہ رکعت کا فوت نہ ہونے دینا ہے۔ اس ارادہ اور ولولہ کی آپ نے زَادَكَ اللّٰہُ حِرْصًا سے تائید فرمائی اور فرمادیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراع مشی وغیرہ ہی سے انھیں آئندہ کرنے سے منع فرمادیا۔ اور بس ان کے خیال کی تائید زادک اللہ حرصًا سے فرمائی۔ اعادہ کا ارشاد نہیں فرمایا۔ اگر اعادہ ان پر لازم ہوتا، اور رکعت نہ ہوئی ہوتی، تو آپ ضرور انہیں اعادہ کا حکم فرماتے، انھیں ان کے خیال ہی پر نہ چھوڑتے، اور وَاقْضِ مَا سَبَقَ آئندہ کے لئے نصیحتًا ارشاد فرمایا کہ آج تو تم نے میرے ہمراہ رکعت کے فوت ہونے کی غرض سے یہ حرکت کی اور تم نے مجھے رکوع کی حالت میں پالیا، تمہارا کام بہر صورت بن گیا۔ مگر اس قدر زحمت اور تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت؟ تم اس خیال کی بناء پر رکوع دون الصف کرتے اور دوڑتے ہوئے مت آیا کرو۔ بلکہ تمہارے صف میں داخل ہونے سے پہلے ہم یعنی امام کھڑا ہوجاوے اور رکوع نہیں ملا تو تم بعد سلام اس رکعت کو لوٹا لینا، اس لیے کہ رکوع نہ ملنے سے رکعت نہیں ملا کرتی۔ مسند امام احمد صفحہ ۴۲ ج ۵ حضرت ابوبکرہؓ کی سند میں اسطرح وارد ہے

اَنَّ اَبَابَكْرَةَ جَاءَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ نَعْلِ اَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ يَحْضُرُ يُرِيْدُ اَنْ يُدْرِكَ الرَّكْعَةَ الْحَدِيْثِ۔

یعنی ابو بکرہؓ اس حال میں آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے۔ آپ نے ابو بکرہؓ کے جوتے کی آواز سنی ابو بکرہ رکعت پانے کی غرض سے دوڑ رہے تھے۔ تب آپ نے انھیں بعد نماز یوں ارشاد فرمایا۔

"زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ"

سنن امام بیہقی ص۸۹ ج۲۰ میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ رَجُلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جِئْتُمْ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ فَارْكَعُوْا وَاِنْ كَانَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوْا۔ وَلَا تَعْتَدُّوْا بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوْعِ —

یعنی تم جب نماز کے لئے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو رکوع میں ہو جاؤ، اور اگر سجدہ میں شامل ہو جاؤ جس سجدہ کے ساتھ رکوع نہ ہو اس کو مت شمار کرو۔

یہ روایت مرسل صحابہ ہے۔ محدثین کا متفقہ اصول ہے کہ جہالت صحابہ مضر نہیں، یہ روایت باعتبار سند کے قابل وثوق ہے۔ رجال اس کے تمام ثقہ بل رجال بخاری ہیں۔ یہ رجل مجہول صحابی۔ امام بیہقی

نے اپنی سُنن کبریٰ صفحہ ۲۹۷ جلد ۲

بَابُ الْمَسْبُوْقِ بِبَعْضِ صَلَاتِہٖ الخ میں اس

حدیث کو انہیں عبدالعزیز بن رفیع سے نقل کیا ہے بلفظ عن شیخ من الانصار

مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱ جلد ا میں بلفظ عن رجل من اہل المدینہ وارد ہے۔

اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی فَسَمِعَ

خَفْقَ نَعْلَیْہِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَیُّکُمْ دَخَلَ؟ قَالَ الرَّجُلُ اَنَا

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ کَیْفَ وَجَدْتَنَا؟ قَالَ سُجُوْدًا فَسَجَدْتُ

قَالَ ھٰکَذَا فَافْعَلُوْا کَمَا تَجِدُوْنَا وَلَا تَعْتَدُّوْا بِالسَّجْدَۃِ

اِذَا لَمْ تُدْرِکُوا الرَّکْعَۃَ۔

یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جسے امام ابوداؤد نے ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

بلفظ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا

تَعْتَدُّوْھَا شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔

اس روایت میں گو یحیی بن ابی سلیمان مدنی وغیرہ متکلم فیہ رجال ہیں

مگر اولاً تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سکوت کیا جو بالاتفاق

اہل الحدیث صالح للعمل ہے۔ ثانیاً منذری نے بھی اس پر سکوت کیا ہے

چنانچہ عون المعبود صفحہ ۳۲۲ جلد ۱ میں ہے۔ یحی بن ابی سلیمان کو ثقات اہلِ بصرہ سے شمار کیا ہے

حاکم نے مستدرک صفحہ ۲۱۶ جلد ۱ میں کہا۔

هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَيَحْيٰى بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْمِصْرِيِّيْنَ۔

امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں فرمایا صَحِيْحٌ وَيَحْيٰى مِصْرِيٌّ ثِقَةٌ۔ صفحہ ۲۷۴ جلد ۱ میں حاکم نے فرمایا۔

هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ قَدِ احْتَجَّ الشَّيْخَانِ بِرُوَاتِهٖ عَنْ اٰخِرِهِمْ غَيْرَ يَحْيٰى بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ هُوَ شَيْخٌ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ سَكَنَ مِصْرَ وَلَمْ يُذْكَرْ بِجَرْحٍ قَالَ الذَّهَبِيُّ فِيْ تَلْخِيْصِهٖ صَحِيْحٌ وَيَحْيٰى لَمْ يُذْكَرْ بِجَرْحٍ۔ خلاصہ اسماء الرجال میں ہے۔

وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ

تہذیب اور میزان میں ہے۔ يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ

میزان میں ابن حبان کا توثیق کرنا نیز مذکور ہے۔ یحی بن ابی سلیمان، متروک نہیں امام بخاری نے منکر الحدیث اپنی ضعفاء صغیر میں ضرور لکھا ہے مگر اس کو تاریخ کبیر میں برابر ذکر کیا ہے۔ مگر کسی قسم کی جرح نہیں کی امام بخاری نے ان سے خلق افعال العباد میں برابر روایت کی ہے۔

آخر کوئی راز تو ضرور ہی ہے بھلا جو مجہول وغیرہ کہے اور پھر اس سے روایت بھی کرے. آخر کس منہ سے سوچنا چاہیئے۔

امام ابو داؤد نسائی ترمذی نے بھی اس سے روایت بیان کی ہے۔ امام ابو داؤد نے تو ان کی حدیث پر سکوت ہی کیا. اُنھوں نے تو کیا ہی تھا مگر منذری نے بھی کیا. فرمایئے آپ اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں. اگر یہ راوی روایت کے قابل نہیں تھا تو امام بخاری نے اس سے استناداً کیوں روایت بیان کی ابو داؤد اور منذری نے کیوں سکوت کیا. خطابی نے معالم میں امام ابو داؤد سے بیان کیا ہے۔ "ماذکرتُ فِی کتابی حدیثاً اجتمع الناس علےٰ ترکہا" امام منذری نے ابن مندہ سے بیان کیا ہے۔

"شرط اَبِی دَاوٗدَ وَالنَّسائی اِخْرَاجُ اَحادِیث اَقْوَامٍ لَمْ یُجْمَعْ عَلٰی تَرْکِہِمْ" امام ابو داؤد نے خود اپنے رسالہ اہلِ مکہ میں لکھا ہے وَلَیْسَ فِی کِتَابِ السُّنَنِ الَّذِی صَنَّفْتُہٗ عَنْ رَجُلٍ مَتْرُوْکِ الْحَدِیْثِ شَیءٌ

اور فرماتے ہیں وَمَا لَمْ اَذْکُرْ فِیْہِ شَیْئًا فَھُوَ صَالِحٌ

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ متروک الحدیث سے روایت ہی نہیں کرتے. اگر حدیث ضعیف ہوتی ہے تو برابر واضح کر دیتے ہیں اور جس حدیث میں آپ سکوت اختیار کر لیتے ہیں وہ صالح للاحتجاج اور قابلِ عمل ہوتی ہے۔ منذری نے کہا بلکہ میں بھی جس پر سکوت اختیار کروں یہ حدیثاً بھی

ایسی ہی ہے کہ جس پر دونوں ہی نے سکوت کیا ہے۔ حاکم نے تو اس کی تصیحح تک کی۔

امام ذہبی امام الجرح والتعدیل نے بھی حاکم کی تصیحح کو برقرار رکھا اور مرسل صحیح سے بھی اس کی تائید ثبوت کو پہنچ چکی۔ اس کی حدیث میں لفظ الرَّکعۃ کا وارد ہے شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔ یہاں (حدیث ابی داؤد میں) رکعت کے معنی رکوع کے لینا سراسر غلط ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کہنا ہی سراسر غلط ہے۔ اس مرسل صحابی کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ رکعت رکوع کے معنے میں ہے اس جگہ احادیث نبویہ میں رکعت بمعنے رکوع صحابہ کرام کے محاورات سے برابر ثابت ہے شیخ الحدیث صاحب بخاری شریف ہاتھ میں لیجئے اور دیکھئے۔

فَلَمَّا رَفَعَ رَاسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ بروایت رفاء باب الفضل اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ صحیح مسلم شریف ملاحظہ ہو براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فَوَجَدْتُ قِيَامَهٗ وَرَكْعَتَهٗ وَاعْتِدَالَهٗ بَعْدَ الرَّكْعَةِ الخ صحیح بخاری ومسلم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے "فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجْدَاتٍ" صحیح مسلم عَنْ جَابِرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكْعَاتٍ بِاَرْبَعِ سَجْدَاتٍ حضرت علی وغیرہ سے صحیح مسلم میں ہے۔ ثَمَانُ رَكْعَاتٍ فِيْ اَرْبَعِ سَجْدَاتٍ صحیح بخاری

عبداللہ بن عمرو سے " رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ " اور بھی بہت سے مقامات ہیں صحیحین اور سنن اربعہ میں آپ تو ماشاءاللہ شیخ الحدیث ہی بنے ہوئے ہیں۔ حدیث مدرک رکوع میں قرینہ کی نفی کرنی تساہل یا تجاہل عارفانہ سے خالی نہیں. کیا ابوداؤد کی روایت میں اس کے مقابل سجدہ کا ذکر نہیں دیگر مراسیل اس کی مؤید نہیں۔

کیا صحیح ابن خزیمہ کی روایت اس حدیث میں قَبْلَ اَنْ يُقِيمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ قرینہ نہیں. ابن عمر و زید بن ثابت کا فتوی كَانَا يَقُوْلَانِ مَنْ اَدْرَكَهٗ قَبْلَ اَنْ يَرْفَعَ الْاِمَامُ رَأْسَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ موطا، و امام بیہقی صفحہ ۹۰ جلد ۲ اس کے لئے قرینہ نہیں۔

ایک لفظ میں ابن عمر سے یوں آیا ہے

" مَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا قَبْلَ اَنْ يَرْفَعَ الْاِمَامُ رَأْسَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَ تِلْكَ الرَّكْعَةَ " حضرت علی کا ارشاد " لَا يَعْتَدُّ بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ يُدْرِكِ الرُّكُوْعَ " ابن مسعود کا فرمانا۔

اِذَا لَمْ يُدْرِكِ الرُّكُوْعَ فَلَا يُعْتَدُّ بِالسُّجُوْدِ "

کیا مرفوع کے مؤیدات نہیں. حافظ ابن حجر عسقلانی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے پاس صحیح ابن خزیمہ کی عبادات کا حصہ موجود تھا۔ ان کا چشم دید حصہ سے آپ اپنی کتاب مشہور تلخیص الحبیر صفحہ ۱۲۰ جلد ۱ میں فرماتے ہیں

"قُلْتُ وَرَاجَعْتُ صَحِيْحَ ابْنِ خُزَيْمَةَ فَوَجَدْتُہٗ اَخْرَجَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَهَا قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ وَتَرْجَمَ لَهٗ ذِكْرُ الْوَقْتِ الَّذِیْ يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَامُوْمُ مُدْرِكًا لِّلرَّكْعَةِ اِذَا رَكَعَ اِمَامُهٗ قَبْلُ وَهٰذَا مُغَايِرٌ لِّمَا نَقَلُوْهُ عَنْهُ وَيُؤَيِّدُ ذَالِكَ اَنَّهٗ تَرْجَمَ بَعْدَ ذَالِكَ بَابُ اِدْرَاكِ الْاِمَامِ سَاجِدًا وَّالْاَمْرِ بِالْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِی السُّجُوْدِ وَاَنْ لَّا يُعْتَدَّ بِهٖ اِذِ الْمُدْرِكُ لِلسَّجْدَةِ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِاِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ قَبْلَهَا وَاَخْرَجَ فِيْهِ حَدِيْثًا اَيْضًا مَّرْفُوْعًا اِذَا جِئْتُمْ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا وَّمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔

یعنی میں نے بذات خود صحیح ابن خزیمہ کو ملاحظہ کیا۔ انھوں نے ابوہریرہؓ کی حدیث "مَنْ اَدْرَكَ الخ" یعنے جس نے نماز کا رکوع پایا اس نے وہ رکعت پالی۔ اس صورت میں پایا ہو کہ ہنوز امام نے رکوع سے اپنی پشت کو سیدھا نہ کیا ہو اور امام ابن خزیمہ نے اس وقت کی بھی تعیین فرمادی کہ جس میں رکعت مل جاتی ہے اور وہ امام کے رکوع کا وقت ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں بعد اس کلام امام ابن خزیمہ کے کہ یہ ان کا کلام بالکل خلاف ہے اس کلام کے کہ جو ان سے نقل کرتے ہیں۔ یعنی رکوع ملنے

سے رکعت نہ پانے کا۔

پھر فرماتے ہیں امام ابن خزیمہؒ کے رکوع ملنے سے رکعت ہو جانیکے کلام کی تائید اُن کی صحیح کا وہ مضمون بھی کر رہا ہے کہ اُنھوں نے اس کے بعد یوں دُوسری سُرخی قائم فرمائی بَابُ اِدْرَاكِ الْإِمَامِ سَاجِدًا وَّالْأَمْرِ بِالْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِي السُّجُوْدِ وَاَنْ لَّا يَعْتَدَّ بِهٖ اِذِ الْمُدْرِكُ لِلسَّجْدَةِ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِاِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ قَبْلَهَا" الخ

باب ہے امام کو سجدے میں پانے اور سجدے میں اُسکی اقتدار کرنے اور اسے شمار میں نہ لینے کا، اس لئے کہ رکعت تو رکوع کے پانے سے ملا کرتی ہے۔ جب تک سجدے سے پہلے رکوع نہ ملے اس سجدے کا کچھ اعتبار نہیں، رکوع ملنے پر سجدے کا بھی شمار ہوتا ہے والا نہیں۔

پھر اس میں ابوداؤد والی، ابوہریرہ والی روایت مرفوع بیان کی وہ یہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام ابن خزیمہ کی کتاب صحیح ابن خزیمہ سے نقل کرنا من وعن جس سے وہ امام ابن خزیمہ کی بات جو شمار نہ کرنے میں نقل کرتے ہیں غلط ثابت ہوئی حالانکہ حافظ خود اپنی کتاب فتح الباری کے صفحہ ۹۹ جلد ۲ میں ابن خزیمہؒ سے امام نووی اور رافعی کی تقلید میں اس غلط کلام کو نقل کر چکے ہیں اس نقل کے بعد اُنھوں نے اصل کتاب کی مراجعت کی تب انہیں لوگوں کی غلطی کا علم ہوا جس کی طرف اُنھوں نے خود اپنی تلخیص میں اظہار کیا۔ اس میں کسی کی بھی تنقیص نہیں، بلکہ یہ تو محض ان کی دیانت داری کا پرتو ہے۔

ابن تیمیہ حرانی اپنی منتقی میں اسی حدیث ابوہریرہ پر اس طرح سرخی قائم کرتے ہیں بَابُ الْمَسْبُوْقِ يَدْخُلُ مَعَ الْاِمَامِ عَلٰى اَيِّ حَالٍ كَانَ وَلَا يَعْتَدُّ بِرَكْعَةٍ لَمْ يُدْرِكْ رُكُوْعَهَا۔

خطیب بغدادی کی کتاب "المتفق والمفترق" سے بروایت عبدالرحمٰن بن عوف کنز العمال صفحہ ۱۳۰ جلد ۴ میں قولی حدیث اس طرح وارد ہے "مَنْ اَدْرَكَ السُّجُوْدَ فَلْيَسْجُدْ وَلَا يَعْتَدُّ بِهٖ وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَلْيَرْكَعْ وَلْيَحْتَسِبْ بِهَا" یعنی سجدہ ملے تو اسے شمار نہ کرے۔ رکوع میں پاوے تو رکوع کرے اور اسے شمار کرے۔ اس کی سند مجھے معلوم نہیں ہوئی مگر شواہدات میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بھی مؤیدات کی صف میں شمار ہو سکتی ہے ابوہریرہ کی روایۃ کو تقویۃ برابر پہنچ سکتی ہے۔

ہمارے شیخ الحدیث صاحب صفحہ ۸ میں فرماتے ہیں نیز خود ابوہریرہؓ جو اس حدیث کے راوی بیان کیے جاتے ہیں ان کا فتویٰ ہے۔

"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ فِي الرُّكُوْعِ فَلْيَرْكَعْ مَعَهٗ وَلْيُعِدِ الرَّكْعَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ جُزْءِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ"

کیا میں مولانا شیخ الحدیث سے کہہ سکتا ہوں "یہ حدیث آپ نے ابوہریرہ کی کس کتاب سے نقل کی ہے۔ مجھے قطعاً یقین ہے کہ آپ نے یہ امام بخاری کی عین جزء القراءۃ سے تو نقل نہیں کی ہے۔ اگر واقعی اصلی کتاب سے نقل کی ہے

تو آپ براہ نوازش اس حدیث کا حوالہ مع صفحہ کتاب کسی مصنف کے سامنے پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کر لیں۔ کیا آپ کا قدم اُٹھنے کی ہمیں توقع ہے۔ مولانا یہ حدیث آپ نے تلخیص کے متن رافعی کبیر کی شرح سے نقل کی ہے۔ حافظ نے ابو ہریرہؓ کے اپنے الفاظ جو جزء القرأۃ میں ہیں از خود بیان کر دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں ۔

"قَالَ اِذَا اَدْرَكْتَ الْقَوْمَ رُكُوْعًا لَمْ تَعْتَدَّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ"

حافظ فرماتے ہیں "هٰذَا هُوَ الْمَعْرُوْفُ مَوْقُوْفٌ وَاَمَّا الْمَرْفُوْعُ فَلَا اَصْلَ لَهٗ" یعنی ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، جب تو قوم کو رکوع میں پاوے تو یہ رکعت شمار نہ ہو گی۔ مشہور مقولہ ابو ہریرہ کا تو یہی ہے۔ اس کو بعض نے مرفوع بنا دیا ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس مقولہ کو باسند جزء القرأۃ کے اخیر باب مَنْ قَرَأَ فِي سَكَتَاتِ الْاِمَامِ میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک معقل بن مالک ضعیف منکر الحدیث اور محمد بن اسحٰق مدلس کی روایت عَنْ سے کیا وقعت رکھتی ہے۔ وہ تو شیخ الحدیث ہی سمجھ سکتے ہیں۔ علمائے اہلِ حدیث سے تو مخفی ہی نہیں، اسے معرض استدلال میں پیش کرنا قابلِ غور ہے۔ انہیں ابو ہریرہؓ کا دوسرا مقولہ اسی سند سے اسی جزء القرأۃ "بَابُ هَلْ يَقْرَأُ بِاَكْثَرَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ" میں ملاحظہ ہو، بلکہ فتویٰ ان کا، آپ فرماتے ہیں "لَا يُجْزِيْكَ اِلَّا اَنْ تُدْرِكَ قَائِمًا"۔

دوسرے لفظوں میں یوں فرماتے ہیں۔ "لَا یُجْزِیْكَ اِلَّا اَنْ تُدْرِكَ الْاِمَامَ قَائِمًا قَبْلَ اَنْ یَّرْکَعَ" ایک لفظ میں ہے لَا تَعْتَدَّ بِهَا حَتّٰی تُدْرِكَ الْاِمَامَ قَائِمًا" یعنی صرف رکوع میں ہی شامل ہونا رکعت کے لیے کافی نہیں بلکہ قیام کو قیام کی حالت میں پالینا ضروری ہے۔ رکوع سے قبل امام کا کچھ حصہ قیام میں بھی پانا چاہیے تب رکوع کا رکعت ملنے میں اعتبار ہوگا۔ اگر امام کے قیام کو رکوع سے قبل نہ پایا اور صرف رکوع امام ہی کو پایا تو وہ رکعت کافی نہیں ہوگی۔ ان ہی ابوہریرہؓ کا دوسرا مقولہ جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے دیکھو عون المعبود صفحہ ۳۲۵ جلد ۱ "اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ، وَمَنْ فَاتَهٗ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَيْرٌ كَثِيْرٌ"

موطا امام محمد کے الفاظ

"اِذَا فَاتَتْكَ الرَّكْعَةُ فَاتَتْكَ السَّجْدَةُ"

یعنی جس نے رکوع پایا، اُس نے رکعت پائی، جس کی سورۃ فاتحہ اس حال میں فوت ہوئی، اس میں شک نہیں کہ اُس کے ایک خیر کثیر فوت ہوئی مگر رکعت ہوگئی۔ یہ ہے خلاصہ اس کا یہ مقولہ موطا کا ہے۔ جو اصح الکتب شمار کی جاتی ہے قبل وجود صحیح امام الائمہ بخاریؒ بھلا جزء القراۃ کی روایت اس روایت کا مقابلہ کہیں کر سکتی ہے۔ تاہم ان کے ان تمامی اقوالوں میں

تعارض و تضاد ہی نہیں۔ البتہ اگر وہ منقولہ جسے ہمارے شیخ الحدیث نے
نقل کیا ہے کہیں دستیاب ہو جاتا تو البتہ کچھ تعارض پیدا کرتا مگر وہ تو گوز شتر
سے غالباً کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔ چونکہ ان لفظوں سے اس کا تو
وجود ہی نہیں اگر ہمارے شیخ الحدیث اپنے خود قرار دا لقب کی لاج رکھتے
ہوئے کہیں سے با سند پیدا کر دیں تو کچھ بعید نہیں، حضرت ابو ہریرہ رض
رکوع کی رکعت کے انکاری نہیں، ہاں یہ کچھ قیام کے حصہ کے پانے کی
البتہ ضرور قید لگاتے ہیں جو مضر نہیں۔ اس کے لئے قرأۃ فاتحہ شرط نہیں
لگاتے، بلکہ اس فوت کو خیر کثیر کے فوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہمارے
شیخ الحدیث یاد رکھیں جن ائمہ نے مدرک رکوع کو مدرک قرار دیا ہے،
وہ حنفیہ کی طرح مؤلین نہیں۔ حنفیہ کو وقت ملتا ہے تاہم عمداً خاموش
صُمٌّ بُکْمٌ کی طرح کھڑے رہتے ہیں۔ اپنے امام کی ضد میں ہمارے یہ
ائمہ اس طرح نہیں سنیئے۔ امام بیہقی صفحہ ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔
"وَالْقَدْرُ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِہٖ مِنَ الْقِیَامِ لِلتَّکْبِیْرِ لَیْسَ ھُوَ بِالْقِیَامِ
الَّذِیْ ھُوَ مَحَلُّ الْقِرَاءَۃِ" اور فرماتے ہیں وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِذَا
اَدْرَکَہٗ فِی الرُّکُوْعِ فَلَمْ یُدْرِکْ مَحَلَّ الْقِرَاءَۃِ فَلَمْ تَلْزِمْہُ
الْقِرَاءَۃُ وَاِذَا اَدْرَکَہٗ فِی الْقِیَامِ فَقَدْ اَدْرَکَ مَحَلَّ الْقِرَاءَۃِ
فَلَزِمَتْہُ الْقِرَاءَۃُ" صفحہ ۱۵۰ میں فرماتے ہیں" وَلَا یَدْخُلُ

سُقُوطُ الْقِرَأَۃِ عَنِ الْمَامُوْمِ بِاِدْرَاکِ الرُّکُوْعِ اِلٰی مَا قُلْنَا لِاَنَّ ذَالِکَ رُخْصَۃٌ وَرَدَ بِھَا الشَّرْعُ " امام کو رکوع میں پانا مدرک محل قرأۃ نہیں کہ جس سے قرأۃ اُس پر لازم ہو البتہ قیام طویل پائے تو برابر اس نے محل قرأۃ پالیا۔ اس پر قرأۃ لازم ہے۔ رکوع کے پانے والے سے قرأۃ کا فوت ہونا خیر کثیر کا فوت ہونا ہے۔ چونکہ شرع میں اس کی رُخصت وارد ہے۔ اِس پر احناف یا عدم قرأت کے قائلین کو کسی حال میں دلیل پکڑنے کی گنجائش اور جائز نہیں کہ اس پر وہ قیاس کریں۔ امام بیہقیؒ نے بالوجہ الاتم اس کی تردید کر دی ہے یہ کہنا عدم قائلین سورہ فاتحہ ہی اس کے قائل ہیں محض عذر بارد ہے۔

امام شافعیؒ کی ہستی سب سے اول واقع ہوئی ہے جس نے حنفیہ کا خوب ہی ڈٹ کر اس امر میں مقابلہ کیا، اس لئے کہ یہ تو رکن صلاۃ سے قرأت فاتحہ کو کہتے تھے۔ مگر ان ہی کی ہستی تھی کہ اس زلازل قلاقل کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے مسلک سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ امام بخاریؒ کے فرمان صفحہ ۴ باب وُجُوبِ الْقِرَأَۃِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ جزءُ الْقِرَأَۃ کو غور سے ملاحظہ کریں۔ امام ممدوح فرماتے ہیں۔ " وَاِنْ کَانَ ذَالِکَ اِجْمَاعًا لَکَانَ ھٰذَا الْمُدْرِکُ لِلرُّکُوْعِ مُسْتَثْنٰی مِنَ الْجُمْلَۃِ مَعَ اَنَّہٗ لَا اِجْمَاعَ فِیْہِ " یعنی اگر مدرک رکوع پر اجماع ہو تو یہ اس عموم سے مستثنٰے ہوگا۔

مگر اس میں اجماع نہیں۔ امام بخاریؒ آپ لوگوں کی طرح بالکلیہ طور پر انکار
نہیں کرتے، بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ اگر مدرک رکوع پر اجماع ہے تو برابر یہ
مستثنیٰ ہوگا۔ گویا اجماع اس عموم کو خاص ضرور کرتا ہے۔ امام بیہقی نے صاف
فرمادیا "لِاَنَّ ذَالِكَ رُخْصَةٌ وَرَدَ بِهَا الشَّرْعُ"

ہم اس لئے اس کے قائل ہوتے ہیں کہ اس کی رخصت شرع سے
وارد ہوئی ہے یہ کوئی ہماری ذاتی رائے نہیں۔ ہاں عون المعبود وغیرہ سے
گزر چکا کہ یہی مسلک جمہور سلف وخلف اور جمہور فقہا کا ہے۔ کیا استثنا
کے لئے ہنوز کافی نہیں ہوگا۔ اجماع تو مخصص ہو جاوے اور نصوص مخصص
نہ ہو۔ مان لیا جاوے کہ روایت ضعیف ہے مگر جمہور سلف وخلف کے عمل
در آمد سے بھی تقویت نہیں حاصل ہو سکتی ناسخ منسوخ حازمی مطبوعہ
حیدر آباد قدیم صفحہ، ایں ہے "اَلْوَجْهُ الثَّانِي وَالثَّلَاثُوْنَ فِي تَرْجِيْحِ
الْاَخْبَارِ اَنْ يَكُوْنَ مَعَ اِحْدَى الْحَدِيْثَيْنِ عَمَلُ الْاُمَّةِ دُوْنَ
الْاُخْرٰى" امام بخاری کی صحیح میں برعکس جزء القراۃ ہے جو اس مسلک جمہور
کی ترجیح پر دال ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں بہت کچھ
اضطراب رہا مگر آخر الامر اسی مسلک جمہور ہی کی طرف رجحان کیا۔ علامہ
عون المعبود کے مؤلف صفحہ ۳۳۶ جلد ا میں فرماتے ہیں وَاَنْتَ رَأَيْتَ
كَلَامَ الْعَلَّامَةِ الشَّوْكَانِي فِي نَيْلِ الْاَوْطَارِ اَنَّهٗ رَجَّحَ مَذْهَبَ

مَنۡ یَقُوۡلُ الخ ۔ یعنی تم نے دیکھا ہے کہ امام شوکانی نے نیل میں عدم اعتداد کو ترجیح دی اور خوب بسط سے اس امر میں کلام کیا اور جمہور قائلین کے اُدلہ کا بھی جواب دیا ۔ بعدازیں علاّمہ شوکانی نے فتح الرّبانی فی الفتاوی الشوکانی میں اس کے برعکس تحقیق پیش کی اور جمہور کے مذہب کو ترجیح دی چنانچہ ان کی عبارت بلا تلخیص اور اختصار یہ ہے ۔ پھر ان کی اصلی عبارت عون میں نقل کی ہم اس کا ترجمہ ملخص لکھتے ہیں ۔ اصل عبارت عون المعبود میں اور فتاویٰ نور العین صفحہ ۱۴۵ میں ہے ہمیں عبارت کے ذکر سے طوالت کا خوف ہے ۔ لہٰذا ان دونوں کتابوں میں اصل امام شوکانی کی عبارت ملاحظہ فرما سکتے ہیں شیخ حسین بن محسن انصاری محدث یمن اس کے اخیر صفحہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں امام شوکانی رح نے اپنے فتاویٰ میں چار سوال و جواب لکھے ہیں مگر یہ سب میں اخیر ہے اور اسی سے وہ راضی بھی ہوئے ۔ بعد تسمیہ لکھتے ہیں " مَا قَوۡلُ سَادَاتِنَا عُلَمَآءِ الۡاِسۡلَامِ " یعنی ہمارے سر برآوردہ علماء اسلام کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ ام القرآن (سورۃ فاتحہ) جو امام کے ساتھ آکر ملا رکوع میں اس پر واجب ہے اور اسے بعد سلام امام ، رکعت دہرانی چاہیئے کیونکہ اس سے قیام اور قرأۃ بفحوائے حدیث صحیحین فَمَا اَدۡرَکۡتُمۡ فَصَلُّوۡا وَمَا فَاتَکُمۡ فَاَتِمُّوۡا ایک روایت میں فَاقۡضُوۡا ضروری ہے جیسا کہ اس کے عموم سے صاحب

بدر التمام شارح بلوغ المرام نے استدلال کیا ہے۔ اور طبرانی کی وہ زیادتی جو ابو بکرہ کی روایت میں کی ہے موافقت کرتی ہے صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ یا مدرک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے اگرچہ اسے قراۃ ام القرآن کا موقع نہ ملا ہو بمقتضے ابن خزیمہ کی حدیث قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صُلْبَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا کے امام ابن خزیمہ نے ادراک کے وقت کی تعیین بھی اپنی صحیح میں کر دی ہے۔ سائل کو مزید تردد حاصل ہے لہٰذا تسلی و تشفی بخش افادہ فرمائیں جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَكُمْ۔ اس کے بعد آپ کا جواب تحریر فرماتے ہیں۔ بایں اسلوب "قَدْ تَقَرَّرَ بِالْأَدِلَّةِ الصَّحِيْحَةِ" اس میں شک نہیں کہ ادلۂ صحیحہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر رکعت میں فرض ہے ہر مصلی پر خواہ امام ہو یا مُقتدی یا اکیلا۔

اس جگہ ہمارے شیخ الحدیث کے طرز جواب کو بھی ملاحظہ فرمائیں آپ صـ۲ میں ایک انوکھی بات من گھڑت کا اضافہ فرماتے ہیں منفرد کے بعد لفظ مدرک رکوع دیکھ لیا.... امام اور منفرد کا حکم تو ظاہر ہے رہا مُقتدی کا حکم سو حدیث میں بجز سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور یہ فرمایا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

صلاۃ المسئ کی روایت میں ہے "كَذَالِكَ فِي كُلِّ رَكَعَاتِكَ"

فَافْعَلْ بَعْدَ اَنْ عَلَّمَهُ الْقِرَأَتَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ"

آپ نے اسے سورۂ فاتحہ کی تعلیم کے بعد فرمایا کہ تو اسے اپنی ہر رکعت میں کرنا۔ حاصل یہ ہے کہ دلائل صریح ہیں اس امر میں بلا سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی گو بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت فاتحہ ایک مرتبہ پوری نماز پڑھ لینا کافی ہو سکتا ہے۔ مگر دلائل ہر رکعت میں پڑھنے کے واضح طور پر موجود ہیں۔ جب یہ باتیں ثابت ہو چکیں، اب تم جان لو کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنے والا امام کو جس حال میں پاوے امام ہی کی طرح کرے۔ جو آدمی اس حال میں پہنچے کہ آخری قیام میں ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اسی حال میں شامل ہو جائے۔ اس کے ہمراہ جب امام رکوع میں چلا جائے، اس مُقتدی کی تکبیر کہنے کے بعد اب اسے امام کی اقتدار متابعت کا حکم ہے۔ ارشاد ہوا۔ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا جیسا کہ "اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ" میں ثابت ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اب اگر مقتدی ٹھیرا رہے رکوع سے امام کے رکوع کے بعد اور پڑھنا شروع کر دے تو یہ مقتدی متابعت کے حکم کا مخالف ہوگا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسے امام کی متابعت میں رکوع ہی کرنا چاہیئے۔ پھر حدیث مَنْ اَدْرَکَ مَعَ الْاِمَامِ رَکْعَۃً قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَکَھَا" سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جس نے امام کے ساتھ

رکوع پا یا، امام کے پشت اٹھانے سے پہلے تو اسے وہ رکعت مِل گئی.
اور یہ داخل ہونے والا یہ ملنے والا امام کے ساتھ جسے سورہ فاتحہ کا
وقت ہی نہیں ملا تھا۔ برابر اسے صرف رکوع ملنے کی بنا پر رکعت
مِل گئی۔ اس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ " اِنَّ مِثْلَ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ مخصص
الخ یہ صورت عموم ایجاب قرأۃ سورۂ فاتحہ ہر رکعت سے خاص ہے
اس کی کوئی وجہ ہی نہیں کہ پڑھ کر ہی داخل ہو یعنی پڑھ کر رکوع میں
جائے اور نہ ہی یوں کہنے کی اس سے مُراد ادراک کامل مراد ہے اور وہ
بِلا سورہ فاتحہ کے حاصل نہیں کی کوئی وجہ معقول ہے۔ اس لئے
کہ اس طرح کہنے میں حدیث ادراک الامام قبل اَن یُقِیْمَ الْاِمامُ
صُلبہ کو مہمل بنا دینا لازم آتا ہے اس لئے کہ اس کا ظاہر بلکہ اس کا
صریح تو یہی ہے کہ مقتدی جب امام کی طرف رکوع کے وقت پہونچا
تو وہ تکبیر کہے اور شامل ہو جائے۔ یہ امام کی پُشت اٹھانے سے قبل
ہو۔ اس کی رکعت ہو گئی۔ اگرچہ ایک حرف بھی اس نے نہیں پڑھا
فاتحہ سے یہ وہ پہلی بات ہے کہ جس میں شکوک در پیش ہوتے ہیں۔
وجہ اس کی یہ ہے کہ مقتدی جب آیا امام رکوع کر رہا ہو، یا امام کے
خبر قیام میں جو رکوع سے متصل تھا، اب وہ قرأۃ میں مشغول ہوا
اور پھر رکوع امام کے ہمراہ ملنے کا ارادہ رکھے۔ بعض دفعہ تو وہ پہنچ

ہی نہیں سکتا۔ بلکہ امام سر اٹھا بھی لیتا ہے۔ اکثر اوقات میں اس حیثیت
سے وہ حدیث ابن خزیمہ کو بالکل مہمل کر دیتا ہے۔ یہ حدیث بے کار
ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ امام کی متابعت اور اقتدا
والی حدیثوں کا خلاف کرنے والا ہو جاتا ہے اس لئے کہ رکوع اسے کرنا
واجب تھا، امام کے رکوع کی بنا پر اب وہ سورہ فاتحہ پڑھنا شروع
کر دے اور ختم تک ٹھیرا رہے۔ تو یہ امام کی مخالفت کرنے والا ہوا
امام کی اقتدا اس پر واجب تھی اور مخالفت حرام جس کا اس نے
ارتکاب کیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ رسول صلعم کا ارشاد ہے کہ امام کو
جس حال میں پائے اسی حال میں ہو جائے یہ صریح طریقہ سے اس حال
میں ہونے کو اس پر لازم کرتا ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ امام
کو جس طرح پایا ہے اس طرح نہیں کیا۔ لہذا اس نے اس حکم کا خلاف
کیا جس کا کرنا اس پر لازم اور واجب تھا، اور مخالفت حرام۔

امام شوکانی فرماتے ہیں۔ جب تمھیں اس مقتدی لاحق پر سورۂ
فاتحہ کے وجوب کے مفاسد معلوم ہو گئے جس کی بنا پر تین صحیح
سنتوں کا خلاف کرنا ثابت ہوا جس طرح ہم نے تمہارے لئے واضح
کر دیا ہے " تقرر ذلک " الخ تمہارے لئے ثابت ہو گیا کہ حق وہی ہے
کہ جسے ہم نے تمہارے سے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ یہ حالت جو مقتدی کے

لئے واقع ہوئی ہے رکوع یا رکوع کے قریب ملنے کی ایجاب سورۃ فاتحہ ہر مصلی سے مخصوص ہے۔ اس ہمارے بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں وارد ہے "مَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ سَاجِدًا فَلْيَسْجُدْ مَعَهُ وَلَا يَعْتَدُّ ذٰلِكَ شَيْئًا" جو امام کو سجدہ میں پائے بس اس کے ہمراہ سجدہ میں چلا جاوے مگر اسے کچھ شمار نہ کرے۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ "مَنْ اَدْرَكَهُ رَاكِعًا يَعْتَدُّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ" جس نے امام کو رکوع میں پایا وہ اس رکعت کو شمار کرلے اور یہ حدیث "قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ صُلْبَهُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا" یعنی امام کو پشت اٹھانے کے قبل پالے تو اس نے وہ رکعت پالی چونکہ بات تصور کرے یعنی نہ شمار کرنے والا اس کا مخالف ہوگا

امام شوکانی کا خبط اور تردد اور شکوک اور وساوس ہی ہیں۔ جنہیں علامہ موصوف نے نیل میں جمہور کی تردید میں ظاہر کیا تھا۔ نیل اس سے قبل کی تالیف شدہ ہے بالاتفاق۔ نیز دیگر سوالات کے جوابات میں بھی شیخ حسین بن انصاری محدث یمن فرماتے ہیں امام ممدوح رح نے چار سوالات کے جوابات لکھے ہیں۔ یہ جواب سب سے اخیر کا ہے اور اسی جواب سے علامہ ممدوح راضی ہوئے ملاحظہ ہو عون المعبود صفحہ ۳۲۳ جلد ۱۔ اور فتاوی نور العین صفحہ ۱۴۸ جلد ۱ میں۔

اب میں اپنے شیخ الحدیث صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ
امام شوکانی رحمۃ اللہ کو کیا حنفیہ کی طرح خلاف ورزی احادیث کے کرنے
والوں کی صف میں شمار کریں گے؟ اور انھیں بھی آپ یہی فرمائیں گے
کہ اسی طرح بعض مدعیانِ اہل حدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت
ہو جانے پر اڑے ہوئے ہیں۔

امام شوکانیؒ نے اس میں شک نہیں ہر ایک پہلو سے تسلی بخش
کلام کیا ہے انھیں بھی بڑے بڑے پہاڑ حائل ضرور ہوئے تھے قسم قسم
کے توہمات و تشکیکات اور وساوس اور خبط کا سامنا ضرور ہی کرنا پڑا۔
آخر الامر یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ بہ صورت عموم ایجاب قرأۃ فاتحہ کہ جسے
ہمارے شیخ الحدیث اچھالتے اور ہزاروں سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اس
سے مستثنیٰ اور مخصوص ہے۔ عموم اور خصوص میں تعارض نہیں ہوا کرتا۔
رہا ہمارے بعض معترضین کا یہ کہنا تو اُن لوگوں کے نزدیک ہے کہ
جن کے نزدیک خلف الامام قرأت جائز نہیں۔ مگر یہ عذر بھی عذر بارد ہے۔
کیا امام شافعی سورہ فاتحہ کی رکنیت کے قائل نہیں؟ امام بیہقی
جنھوں نے قرأۃ خلف الامام کے ثبوت میں ایک مستقل کتاب تالیف
فرما کر مخالفین کے دانت ترش کر دیئے۔ اور پھر بھی رکوع میں ملنے سے
رکعت کے پانے کے کیوں قائل ہیں؟

کچھ تو لِلّٰہ سوچیئے اور صحابہ میں اِنھیں صحابہ کو بتایا جاتا ہے۔ اس مسلک کے قائلین جو کہ قرأت خلف الامام کے روا نہ رکھنے والے بنائے جاتے ہیں جیسے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عمر اور جو اس کے قائل ہیں وہ اس کے شمار کے قائل نہیں۔

سُنیئے تفسیر نیشاپوری صفحہ ۱۰۸ جلد ۱ مع ابن جریر ملاحظہ ہو۔

"اَلْبَحْثُ السَّابِعُ مَذْهَبُ الشَّافِعِي اَنَّ الْفَاتِحَةَ وَاجِبٌ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاِنْ تَرَكَهَا فِي رَكْعَةٍ بَطَلَتْ صَلَاتُهُ وَبِهٖ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَّمُعْظَمُ الصَّحَابَةِ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الخ

یعنی ساتویں بحث فاتحہ کی امام شافعی کا مذہب ہے۔ کہ فاتحہ ہر رکعت میں واجب ہے اگر کوئی اسکو چھوڑ دے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض اور علی مرتضیٰ رض اور ابن مسعود اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا یہی مذہب ہے۔

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رض اور علی مرتضیٰ اور حضرت ابن مسعود رض رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ جن کے حوالے آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔ حضرت جابر حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عمر

وابن مسعود کو حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی جزء القرأت خلف الامام کے قائلین میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۷ امام کے پیچھے ان سے پڑھنا ثابت کیا ہے۔ عبداللہ بن الزبیر اور مجاہد کہتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھی جائے تو نماز دُہرائیے دیکھو جزء القرأت ص۲ مگر یہ رکوع کے ملنے کی رکعت کے برابر قائل ہیں۔ دیکھو عون المعبود صفحہ ۳۲ جلد ا بضمن کلام کتاب المعرفہ شیخ الحدیث صاحب قدرے بنظر غائر جزء القرأت امام بخاری کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر جو کچھ آپ کو ارشاد فرمانا ہو شوق سے فرمائیں

مجھے کہنے دیجئے کہ امام بخاری کو جو کچھ خداوند کریم نے رتبہ بخشا ہے اس کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر یہ شرف صرف جامع صحیح ہی کے لئے ہے اور ہیں نہیں۔ امام بخاری سے تاریخ وغیرہ میں اوہام ضرور ہوئے ہیں میزان ذہبی اُٹھا کر دیکھ سکتے ہیں اور پھر آپ تو شیخ الحدیث سے متصف ہیں۔ آپ پر تو پوشیدہ نہیں رہنا چاہیئے۔ ضرورت اگر ہوئی تو مجھ سے دریافت کرلیں وہ مقام بھی بتا دیا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو امام بخاری کی محض جلالت شان سے کہ جس کا کسی کو انکار نہیں۔ مرعوب نہ کریں اور نہ ہونا ہی چاہیئے۔ واقعی ان جیسا صفحہ ہستی پر جلیل القدر کوئی محدث نہیں گزرا مگر آخر انسان ہیں۔ آپ میزان

ذہبی وغیرہ کا پہلے مطالعہ فرمائیں پھر کہیے مولانا یہ تو ایک جزء القراءت کی ہی بات ہے۔ یہاں تو آپ کے چیدہ چیدہ علماء صحیح بخاری ہی کے مسئلہ کو تسلیم سے گریز کر جاتے ہیں۔ اور بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ان کی رائے ہے ہمارے لئے حجت نہیں ہم تو بخاری کی کل باتوں کو دنیا بھر کی کتابوں پر مقدم ہی تسلیم کرتے ہیں، بلکہ اس کا خلاف کرنا جائز ہی نہیں تسلیم کرتے خدا سمجھنے کی توفیق بخشے۔

یہ ناچیز ایک رسالہ مستقل رکوع کی رکعت کے متعلق عرصہ مدید ہوا لکھ چکا ہے جو طبع ہو کر مخلوق خدا کو پہنچ چکا ہے۔

هل تدرك الركعة بإدراك الركوع مع الإمام

بقلم:

عبدالله بن جارالله الجارالله

نشرت مجلة «البلاغ» في عددها الصادر يوم الأحد ٧/ صفر/ ١٤٠١هـ مقالا بعنوان «حكم من أدرك الامام وهو راكع» والـذي خلص الى ان ادراك الركوع وحده لا يكفي لادراك الركعـة بل لا بد من قراءة الفاتحة في القيام في حق المسبوق وقد عثرت على جواب لبعض أئمة الدعوة النجدية احب ان اتحف به القراء.

سئل الشيخ عبدالله بن الشيخ عبداللطيف رحمهما الله تعالى: هل تدرك الركعة بادراك الركوع؟ فاجاب: لا يقع إشكال لديكم في صحة صلاة من أدرك الركوع مع الامام وفاتته القراءة انه مدرك تلك الركعة وهو الذي عليه العمل عندنا وعليه الفتوى.

واجاب الشيخ ابراهيم بن الشيخ عبداللطيف: ـ المسالة قد كفانا شانها من سلف من اهل

العلم والدين وحسبنا السير على مناهجهم واقتفاء آثارهم وترك ما يوجب التفرق والاختلاف، ومن تتبع مسائل الخلاف فان هذا مذموم في الدين على لسان سير المرسلين والذي سلك شيخنا حمد - يشير الى الفتوى التي بعدهـذه للشيخ حمد بن عبدالعزيز - من القول بادراك الركعة بادراك الركوع هو المذهب الراجح والمسلك الواضح كما هو معلوم عند اهل الخبرة بالدليل ومن هو من اهل الترجيح والتعليل، ولا يروج مثل هذا الخلاف الشاذ الا على من لاعلم لديه ولا اصل يرجع اليه عند الاختلاف. والقول بخلاف ما ذكرنا وان كان قد قال به قائل فالقائل به لم يسلك مسلك الالزام كما فعله هذا الجاهل من الزام العوام وانما اداه الى القول به اجتهاده بحسب ما يفهمه من الادلة السمعية وهم في ذلك مجتهدون وعلى اجتهادهم ماجورون واختيار بعض المتاخرين له لا يقتضي اولويته ولا رجحانه. ولو ذهب هذا المخالف الى الاخذ بكل ما صححوه والزام الناس بجميع ما رجحوه لاوقعهم في شباك وافضى بهم الى مفاوز الهلاك وهذا على سبيل التنبيه والاشارة تكفي اللبيب.

● واجاب الشيخ حمد بن عبدالعزيز - رحمه الله - اذا ادرك المأموم الامام راكعا فدخل معه واطمان في الركوع قبل ان يرفع فهو مدرك للركعة، وهذا هو المروي عن السلف الصالح وعليه عمل الأمة من الصحابة والتابعين والأئمة الأربعة واتباعهم فلا يعرف عن السلف خلاف في ذلك وقد حكى الاجماع على ذلك شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى - فقال: والمسبوق اذا لم يتسع قيامه لقراءة الفاتحة فانه يركع مع امامه ولا يتم الفاتحة باتفاق الائمة. واما اذا كان متسعا ولم يقراها فهذا تجوز صلاته عند الجماهير وعند الشافعي عليه ان يقراها وإنما تسقط قراءتها عنده عن المسبوق خاصة. انتهى.

فتبين ان سقوط قراءة الفاتحة عن المسبوق مسالة اتفاق كما قدمناه والحجة في ذلك ما رواه البخاري عن ابي بكرة انه انتهى الى النبي - صلى الله عليه وسلم - وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبي - صلى الله عليه وسلم - فقال: «زادك الله حرصا ولا تعد» ورواه احمد وابو داود والنسائي.. وذكر حديث ابي هريرة - رضي الله عنه - «ومن

ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة»
رواه ابو داود وترجم عليه ابن
خزيمة وهكذا ترجم مجد الدين
في المنتقى فقال «باب المسبوق
يدخل مع الامام ولا يعتبر بركعة
لم يدرك ركوعها» انتهى. وذكر
الآثار الى ان قال: وقد نص شيخ
الاسلام محمد بن عبد الوهاب ـ
رحمه الله ـ في آداب المشي الى
الصلاة ـ قال: ومن ادرك ركعة
مع الامام فقد ادرك الصلاة،
وتدرك بادراك الركوع مع الامام
وتجزىء تكبيرة الاحرام عن
تكبيرة الركوع لفعل زيد بن ثابت
وابن عمر ولا يعرف لهما مخالف
من الصحابة واتيان بهما افضل
خروجا من خلاف من اوجبه. أ.
هـ. من كتاب «الدرر السنية في
الأجوبة النجدية» جمع الشيخ
عبد الرحمن بن قاسم ـ رحمه الله
ـ المجلد ٣ ـ الجزء الرابع
ص١٩١ ـ ١٩٢.

وقال شيخ الاسلام ابن
تيميه: والمسبوق اذا لم يتسع
وقت قيامه لقراءة الفاتحة فانه
يركع مع إمامه ولا يتم الفاتحة
باتفاق الائمة وان كان فيه خلاف
فهو شاذ. أ. هـ. مختصر
الفتاوى المصرية لابن تيمية
ص٥٩.

وقال النووي في شرح المهذب:
قال الشافعي والاصحاب: اذا
ادرك مسبوق الامام راكعا وكبر
وهو قائم ثم ركع فان وصل
المأموم الى حد الركوع المجزي
وهو أن تبلغ راحتاه ركبتيه قبل
أن يرفع الامام عن حد الركوع
المجزي فقد ادرك الركعة
وحسبت له، وهذا الذي ذكرناه
من إدراك الركعة بادراك الركوع
هو الصواب الذي نص عليه
الشافعي وقاله جماهير
الأصحاب وجماهير العلماء
وتظاهرت به الأحاديث وأطبق
عليه الناس. أ. هـ. من المجموع
شرح المهذب للنووي جـ٤
ص١١٣ ـ ١١٤. (مجلة الدعوة السبوعية
الرياض. العدد ٧٩٤ الاثنين ١٦ جمادى الثاني ١٤٠١هـ)

کیا رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے

تحریر:۔ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جار اللہ الجاراللہ
ترجمہ:۔ حافظ محمد الیاس سلفی فاضل مدینہ یونیورسٹی

ہفت روزہ البلاغ ۷ صفر ۱۴۰۱ھ کے شمارہ میں ایک مقالہ شائع ہوا۔ جسکا عنوان تھا" اس نمازی کا حکم جو امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور اس مقالہ کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں رکوع کی حالت میں آکر ملا تو اسکی رکعت پوری نہیں ہوتی بلکہ قرأۃ فاتحہ فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کو یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیئے۔

میں نے اس اہم مسئلہ کے بارے میں علماء نجد کے چند فتاوے پائے ہیں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام کے سامنے انہیں پیش کردوں۔

۱:۔ شیخ عبداللہ بن شیخ عبداللطیف رحمہما اللہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ بھی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو کیا اس شخص کی یہ رکعت ہو جائے گی؟

آپ نے جواب دیا کہ اسمیں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اور قرأۃ فاتحہ اس سے فوت ہو جائے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے اور اس کی نماز کی صحت میں کوئی شک نہیں ہمارے ہاں اسی پر عمل چلا آرہا ہے اور اسی پر ہمارے علماء ومشائخ کے فتوے ہیں۔

۲:۔ نجد کے ایک اور چوٹی کے عالم الشیخ ابراہیم بن عبد اللطیف اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رکوع کی رکعت کے بارے میں ہمارے آئمہ سلف صالحین نے جو لکھ دیا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ہم صحیح مسلک ہونے کی وجہ سے انہیں کے فتویٰ اور مسلک پر قائم ہیں کیونکہ یہ مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ہم اس ضمن میں اختلاف وانشقاق کی باتوں کو چھوڑتے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین میں اختلاف وانشقاق کی باتیں کرنا مذموم ہیں۔ اور ہمارے شیخ حمد بن عبد العزیز نے رکوع کی رکعت کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے کیونکہ تمام اہل علم کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے اور اس بارے میں وہی شخص اختلاف کر سکتا ہے جو علم سے کورا ہے۔

۳:- شیخ حمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے قبل رکوع میں آکر مل جائے اور اطمئنان سے رکوع کرے تو ایسی صورت میں اسکی رکعت بغیر کسی شک و شبہ کے ہو جاتی ہے یہی ہمارے سلف صالحین سے مروی ہے اور اسی پر صحابہ کرام تابعین عظام اور چاروں امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی احمد بن حنبل رحمھم اللہ کا عمل ہے اور سلف سے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ملتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رکوع کی رکعت کے ہو جانے کے بارے میں امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اس وقت پہنچا کہ امام رکوع میں ہے اور اس شخص کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ قراۃ فاتحہ پوری کرے تو اسکو چاہیئے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاق امت سے اس شخص پر یہ ضروری نہیں ہے کہ فاتحہ پڑھے اور اگر اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ سورہٗ فاتحہ پڑھ سکتا ہے اور پھر نہیں پڑھتا تو ایسی حالت میں جمہور علماء کے نزدیک اسکی نماز ہو جائے گی لیکن امام شافعی رحؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ وہ فاتحہ پڑھے۔ لیکن امام شافعی رحؒ کے نزدیک کبھی اگر کوئی شخص ایسی حالت میں آیا کہ

امام رکوع میں ہے تو اسکو چاہیئے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اس سے قراۃ فاتحہ ساقط ہو جائیگی اور اسکی یہ رکعت پوری ہو جائے گی۔ انتھیٰ کلام ابن تیمیہ رح

ان اقوال اور فتویٰ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ اگر مسبوق سے فاتحہ فوت ہو گئی ہے اور وہ رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا ہے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں ابی بکرۃ رضؓ کی روایت جو بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، بالکل حجت ہے کہ ابوبکرۃ رضؓ نماز میں اس حالت میں شامل ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جا چکے تھے تو انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کیفیت کے بارے میں ذکر کیا۔ تو حضور صؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کے کاموں میں سبقت کی اور زیادہ توفیق دے اور اب اس رکعت کو نہ لوٹانا (رکوع میں ملنے سے رکعت ہو گئی ہے)

اسیطرح ابوداؤد، احمد اور نسائی نے ابوہریرۃ رضؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ جس نے رکوع پا لیا اسکی نماز ہو گئی (اسکو رکعت لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے) اور اس حدیث پر امام ابن خزیمہ رح نے اور امام مجد الدین نے بھی المنتقیٰ میں باب باندھا ہے۔ کہ

اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اس حالت میں ملا کہ اس سے رکوع فوت ہو گیا تو اسکی رکعت نہیں ہوئی۔
(لیکن اگر رکوع کی حالت میں مل گیا تو اسکی رکعت ہو گئی)

۴:۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کتاب آداب المشی إلی الصلاۃ (نماز کی طرف چلنے کے آداب) میں فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں ملا اس کی نماز ہو گئی کیونکہ اس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا ہے کیونکہ یہ بات حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے ثابت ہے اور ان دونوں کے خلاف کسی صحابہ نے کچھ نہیں کہا ہے "کتاب الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ" المجلد ۳۔ الجزء الرابع ص ۱۹۱-۱۹۲۔

۵:۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مسبوق کو اتنا وقت نہ ملے کہ وہ امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ پڑھ سکے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاقِ امت سے اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ کو پورا کرے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے لیکن وہ شاذ اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ مختصر فتاوی المصریۃ لابن تیمیہ رح ص ۵۹

۶:۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ امام

شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں ملا اور اس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور پھر رکوع میں چلا گیا اور اس شخص نے رکوع کو تسلی سے پورا کر لیا یعنی امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لیئے تو اس شخص نے اس رکعت کو پالیا۔

اور ہم اسی بات کو صحیح اور درست جانتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور تمام جمہور علماء و محدثین کا یہی قول ہے۔

اور اس کے شواہد میں کثیر احادیث وارد ہیں جن پر تمام لوگ عامل ہیں۔

شرح المہذب للنووی ج ۴ ص ۱۱۳ - ۱۱۴

٢٢٩ - (إذا دخل أحدكم المسجد والناس ركوع ، فليركع ، حين يدخل ثم يدب راكعاً حتى يدخل في الصف ، فان ذلك السنة).

رواه الطبراني في « الأوسط » (١/٣٣/١ من « زوائد المعجمين » : الأوسط والصغير) :

حدثنا محمد بن نصر ثنا حرملة بن يحيى ثنا ابن وهب أخبرني ابن جريج عن عطاء أنه سمع ابن الزبير على المنبر يقول : فذكره موقوفاً . قال عطاء : وقد رأيته يصنع ذلك ، قال ابن جريج وقد رأيت عطاء يصنع ذلك . قال الطبراني :

« لا يروى عن ابن الزبير إلا بهذا الاسناد تفرد به حرملة » .

قلت : وهو ثقة من رجال مسلم ، ومن فوقه ثقات من رجال الشيخين ، ومحمد بن نصر هو ابن حميد الوازع البزاز ، وسماه غير الطبراني أحمد كما ذكر الخطيب (ج ٣ ترجمه ١٤١١ ، و ج ٥ ترجمه ٢٦٢٥) وقال : وكان ثقة .

والحديث قال الهيثمي (٩٦/٢) :

« رواه الطبراني في « الأوسط » ورجاله رجال الصحيح » .

قلت : فالسند صحيح إن كان ابن جريج سمعه من عطاء فقد كان مدلسا وقد عنعنه ، ولكن قوله في آخر الحديث : « وقد رأيت عطاء يصنع ذلك » مما يشعر أنه تلقى ذلك عنه مباشرة ، لأنه يبعد جداً أن يكون سمعه عنه بالواسطة

ثم يراه يعمل بما حدث به عنه ، ثم لا يسأله عن الحديث ولا يعلو به . هذا بعيد جداً ، فالصواب أن الإسناد صحيح .

والحديث أخرجه الحاكم (٢١٤/١) وعنه البيهقي (١٠٦/٣) من طريق سعيد بن الحكم بن أبي مريم أخبرني عبد الله بن وهب به . وقال الحاكم :

« صحيح على شرط الشيخين » . ووافقه الذهبي ، وهو كما قالا .

ومما يشهد لصحته عمل الصحابة به من بعد النبي ﷺ ، منهم أبو بكر الصديق ، وزيد بن ثابت ، وعبد الله بن مسعود .

١ - روى البيهقي (٩٠/٢) عن أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام ، أن أبا بكر الصديق وزيد بن ثابت دخلا المسجد والإمام راكع ، فركعا ، ثم دبا وهما راكعان حتى لحقا بالصف .

قلت : ورجاله ثقات ، ولولا أن مكحولاً قد عنعنه عن أبي بكر بن الحارث لحسنته ، ولكنه عن زيد بن ثابت صحيح كما يأتي .

٢ - عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أنه رأى زيد بن ثابت دخل المسجد والامام راكع ، فمشى حتى أمكنه أن يصل الصف وهو راكع ، كبر فركع ثم دب وهو راكع حتى وصل الصف .

رواه البيهقي (٩٠/٢، ١٠٦/٣) وسنده صحيح .

٣ - عن زيد بن وهب قال :

« خرجت مع عبد الله ، يعني ابن مسعود - من داره إلى المسجد ، فلما توسطنا المسجد ركع الامام ، فكبر عبد الله وركع ، وركعت معه ، ثم مشينا

راكعين حتى انتهينا إلى الصف حين رفع القوم رؤوسهم ، فلما قضى الامام الصلاة قمت وأنا أرى أني لم أدرك ، فأخذ عبد الله بيدي وأجلسني ثم قال : إنك قد أدركت » .

أخرجه ابن أبي شيبة في « المصنف » (١/٩٩/١ – ٢) والطحاوي في « شرح المعاني » (٢٣١/١ – ٢٣٢) والطبراني في « المعجم الكبير » (١/٣٢/٣) والبيهقي في « سننه » (٩٠/٢ – ٩١) بسند صحيح . وله عند الطبراني طرق أخرى .

وهذه الآثار تدل على شيء آخر غير ما دل الحديث عليه . وهو أن من أدرك ركوع مع الامام فقد أدرك الركعة ، وقد ثبت ذلك من قول ابن مسعود وابن عمر بإسنادين صحيحين عنهما ، وقد خرجتها في « إرواء الغليل » (رقم ١١٩) وفيه حديث حسن مرفوع عن أبي هريرة خرجته هناك .

وأما ما رواه البخاري في « جزء القراءة » (ص ٢٤) عن معقل بن مالك قال : ثنا أبو عوانة عن محمد بن إسحاق عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال :

« إذا أدركت القوم ركوعاً لم تعتد بتلك الركعة » .

فإنه مع مخالفته لتلك الآثار ضعيف الاسناد ، من أجل معقل هذا ، فإنه لم يوثقه غير ابن حبان : وقال الأزدي : متروك ، ثم إن فيه عنعنة ابن إسحاق وهو مدلس : فسكوت الحافظ عليه في « التلخيص » (١٢٧) غير جيد .

نعم رواه البخاري من طريق أخرى عن ابن إسحاق قال : حدثني الأعرج به لكنه بلفظ :

« لا يجزئك إلا أن تدرك الإمام قائماً » .

وهذا إسناد حسن ، وهذا لا يخالف الأثر المتقدم بل يوافقه في الظاهر إلا أنه يشترط إدراك الإمام قائماً ، وهذا من عند أبي هريرة ، ولا نرى له وجهاً ، والذين خالفوه أفقه منه وأكثر ، ورضي الله عنهم جميعاً .

فإن قيل : هناك حديث آخر صحيح يخالف بظاهره هذا الحديث وهو :

٢٣٠ – (زادك الله حرصاً ، ولا تعد) .

رواه أبو داود والطحاوي وأحمد والبيهقي وابن حزم من حديث أبي بكرة أنه جاء ورسول الله ﷺ راكع ، فركع دون الصف ، ثم مشى إلى الصف ، فلما قضى النبي ﷺ صلاته ، قال : أيكم الذي ركع دون الصف ثم مشى إلى الصف ؟ فقال أبو بكرة : أنا فقال النبي ﷺ : فذكره .

قلت : وإسناده صحيح على شرط مسلم ، وأصله في « صحيح البخاري » وقد خرجته في « إرواء الغليل » (رقم ٦٨٤و٦٨٥) .

والقصد من ذكره هنا أن ظاهره يدل على أنه لا يجوز الركوع دون الصف ثم المشي إليه ، على خلاف ما دل عليه الحديث السابق ، فكيف التوفيق بينهما ؟ فنقول :

إن هذا الحديث لا يدل على ما ذكر ، إلا بطريق الاستنباط لا النص ، فإن قوله ﷺ : « لا تعد » يحتمل أنه نهاه عن كل ما ثبت أنه فعله في هذه الحادثة . وقد تبين لنا بعد التتبع أنها تتضمن ثلاثة أمور :

الأول : اعتداده بالركعة التي إنما أدرك منها ركوعها فقط .

الثاني : إسراعه في المشي ، كما في رواية لأحمد (٥ / ٤٢) من طريق أخرى

عن أبي بكرة أنه جاء والنبي ﷺ راكع ، فسمع النبي ﷺ صوت نعل أبي بكرة وهو يحضر (أي يعدو) يريد أن يدرك الركعة ، فلما انصرف النبي ﷺ قال : من الساعي ؟ قال أبو بكرة : أنا . قال : فذكره .

وإسناده حسن في المتابعات ، وقد رواه ابن السكن في « صحيحه » نحوه وفيه قوله : « انطلقت أسعى ... » وأن النبي ﷺ قال : « من الساعي ... » ويشهد لهذه الرواية رواية الطحاوي من الطريق الأولى بلفظ .

« جئت ورسول الله ﷺ راكع ، وقد حفزني النفس فركعت دون الصف ... » الحديث وإسناده صحيح ، فإن قوله « حفزني النفس » معناه اشتد ، من الحفز وهو الحث والاعجال ، وذلك كناية عن العدو .

الثالث : ركوعه دون الصف ثم مشيه إليه .

وإذا تبين لنا ما سبق ، فهل قوله ﷺ : « لا تعد » نهي عن الأمور الثلاثة جميعها أم عن بعضها . ذلك ما أريد البحث فيه وتحقيق الكلام عليه فـ...

أما الأمر الأول ، فالظاهر أنه لايدخل في النهي ، لأنه لو كان نهاه عنه لأمره بإعادة الصلاة لكونها خداجاً ناقصة الركعة ، فإذ لم يأمره بذلك دل على صحتها ، وعلى عدم شمول النهي الاعتداد بالركعة بادراك ركوعها ، وقول الصنعاني في « سبل السلام » (٢/٢٣) :

« لعله ﷺ لم يأمره لأنه كان جاهلاً للحكم ، والجهل عذر » .

فبعيد جداً ، إذ قد ثبت في « الصحيحين » من حديث أبي هريرة أمره ﷺ المسيء صلاته بإعادتها ثلاث مرات مع أنه كان جاهلاً أيضاً فكيف يأمره بالاعادة وهو لم يفوت ركعة من صلاته وإنما الاطمئنان فيها ، ولا يأمر أبا بكرة بإعادة الصلاة وقد فوت على نفسه ركعة ، لو كانت لاتدرك بالركوع ، ثم كيف يعقل

تضمنه أحد الحديثين منطوقاً به وما تضمنه الحديث الآخر يكون محتملاً"[1]. ومما لاشك فيه أيضاً أن دلالة هذا الحديث في هذه المسألة ليست قاطعة بل محتملة، بخلاف دلالة حديث ابن الزبير المتقدم فإن دلالته عليها قاطعة، فكان ذلك من أسباب ترجيحه على هذا الحديث.

وثمة أسباب أخرى تؤكد الترجيح المذكور:

أولاً: خطبة ابن الزبير بحديثه على المنبر في أكبر جمع يحضر عنده في المسجد الحرام وإعلانه عليه أن ذلك من السنة دون أن يعارضه أحد.

ثانياً: عمل كبار الصحابة به كأبي بكر وابن مسعود وزيد بن ثابت كما تقدم وغيرهم. فذلك من المرجحات المعروفة في علم الأصول. بخلاف هذا الحديث فإننا لانعلم أن أحداً من الصحابة قال بما دل عليه ظاهره في هذه المسألة.[2] فكان ذلك كله دليلاً قوياً على أن دلالته فيها مرجوحة، وأن حديث ابن الزبير هو الراجح في الدلالة عليها. والله أعلم.

وقد قال الصنعاني بعد قول ابن جريج في عقب هذا الحديث:

«وقد رأيت عطاء يصنع ذلك». قال الصنعاني (٢/٢٤):

«قلت: وكأنه مبني على أن لفظ «ولا تُعد» بضم المثناة الفوقية، من الإعادة، أي زادك الله حرصاً على طلب الخير ولا تعد صلاتك فإنها صحيحة وروي بسكون العين المهملة من العَدْو، وتؤيده رواية ابن السكن من حديث أبي بكرة. ثم ساقه، وقد سبق نحوها من رواية أحمد مع الإشارة إلى رواية ابن السكن هذه). ثم قال)

(١) الحازمي في «الاعتبار» ص ١٢.

(٢) اللهم إلا ما ورد عن أبي هريرة أنه قال: «لاتكبر حتى تأخذ مقامك من الصف» رواه ابن أبي شيبة. وقد روي مرفوعاً ولا يصح كما بينته في الكتاب الآخر (٩٨١).

أن يكون ذلك منهياً وقد فعله كبار الصحابة ، كما تقدم في الحديث الذي قبله ؟! فلذلك فإننا نقطع أن هذا الأمر الأول لا يدخل في قوله ﷺ : « لا تعد » .

وأما الأمر الثاني ، فلا نشك في دخوله في النهي لما سبق ذكره من الروايات ولأنه لا معارض له ، بل هناك مايشهد له ، وهو حديث أبي هريرة مرفوعاً : « إذا أتيتم الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون ، وأتوها وعليكم السكينة والوقار » الحديث متفق عليه .

وأما الأمر الثالث ، فهو موضع نظر وتأمل ، وذلك لأن ظاهر رواية أبي داود هذه : « أيكم الذي ركع دون الصف ، ثم مشى إلى الصف » ، مع قوله له : « لا تعد » ، يدل بإطلاقه على أنه قد يشمل هذا الأمر ، وإن كان ليس نصاً في ذلك . لاحتمال أنه يعني شيئاً آخر غير هذا مما فعل ، وليس يعني نهيه عن كل ما فعل ، بدليل أنه لم يعن الأمر الأول كما سبق تقريره . فكذلك يحتمل أنه لم يعن هذا الأمر الثالث أيضاً . وهذا وإن كان خلاف الظاهر ، فإن العلماء كثيراً مايضطرون لترك مادل عليه ظاهر النص لمخالفته لنص آخر هو في دلالته نص قاطع ، مثل ترك مفهوم النص لمنطوق نص آخر ، وترك العام للخاص ، ونحو ذلك ، وأنا أرى أن مانحن فيه الآن من هذا القبيل ، فإن ظاهر هذا الحديث من حيث شموله للركوع دون الصف مخالف لخصوص مادل عليه حديث [illegible] لالة صريحة قاطعة ، وإذا كان الأمر كذلك فلا بد حينئذ من ترجيح أحد الدليلين على الآخر ، ولا يشك عالم أن النص الصريح أرجح عند التعارض من دلالة ظاهر نص ما ، لأن هذا دلالته على وجه الاحتمال بخلاف الذي قبله ، وقد ذكروا في وجوه الترجيح بين الأحاديث أن يكون الحكم الذي

والأقرب أن رواية (لا تعد) من العود أي لاتعد ساعياً إلى الدخول قبل وصولك الصف ، فانه ليس في الكلام مايشير بفساد صلاته حتى يلقنه ﷺ بان لايعيدها ، بل قوله « زادك الله حرصاً » يشعر باجزائها ، أو « لاتعد » من (العدو) » .

قلت : لو صح هذا اللفظ لكانت دلالة الحديث حينئذ خاصة في النهي عن الاسراع ولما دخل فيه الركوع خارج الصف ، ولم يوجد بالتالي أي تعارض بينه وبين حديث ابن الزبير ، ولكن الظاهر أن هذا اللفظ لم يثبت ، فقد وقع في « صحيح البخاري » وغيره باللفظ المشهور : « لا تَعُدْ » . قال الحافظ في « الفتح » (٢/٢١٤) :

« ضبطناه في جميع الروايات بفتح أوله وضم العين من العود » .

ثم ذكر هذا اللفظ ، ولكنه رجح ما في البخاري فراجعه إن شئت .

ويتلخص مما تقدم أن هذا النهي لايشمل الاعتداد بالركعة ولا الركوع دون الصف ، وإنما هو خاص بالاسراع لمنافاته للسكينة والوقار كما تقدم التصريح بذلك من حديث أبي هريرة ، وبهذا فسره الامام الشافعي رحمه الله تعالى :

« قوله : لاتعد . يشبه قوله : لاتأتوا الصلاة تسعون » . ذكره البيهقي في « سننه » (٢/٩٠) .

فإن قيل : قد ورد مايؤيد شمول الحديث للاسراع ويخالف حديث ابن الزبير صراحة وهو حديث أبي هريرة مرفوعاً .

« إذا أتى أحدكم الصلاة فلا يركع دون الصف حتى يأخذ مكانه من الصف » .

قلنا : لكنه حديث معلول بعلة خفية ، وليس هذا مكان بيانها ، فراجع « سلسلة الأحاديث الضعيفة » (رقم ٩٨١) .

سلسلہ الأحادیث الصحیحۃ

فضیلۃ المحدث الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ

ترجمہ :- الشیخ محمد ادریس حافظ عبد القہار السلفی
فاضل جامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ

حدیث نمبر (۲۲۹)

اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ رُکُوْعٌ، فَلْیَرْکَعْ حِیْنَ یَدْخُلُ، ثُمَّ یَدِبُّ رَاکِعاً حَتّٰی یَدْخُلَ فِی الصَّفِّ فَاِنَّ ذٰلِکَ السُّنَّۃُ - رواہ الطبرانی فی الاوسط (۱/۳۳/۱) من زوائد المعجمین " (الاوسط والصغیر)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو (اور نماز ہو رہی ہو) اور سب لوگ رکوع کی حالت میں ہوں تو اس وقت تم بھی رکوع کر لو اور رکوع کی حالت ہی میں چل کر صف میں مل جاؤ کیونکہ یہ سنت ہے۔

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن زبیرؓ سے منبر پر یہ مذکورہ حدیث سنی ہے۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن زبیرؓ کو اسطرح کرتے ہوئے

دیکھا ہے - اور ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

شیخ البانی تمام متفرق اسناد کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اسیطرح یہ حدیث حاکم نے (۱/۲۱۴) اور بیہقی نے (۳/۱۰۶) سعید بن حکم کی روایت سے ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ذھبی نے بھی اس بات میں موافقت کی ہے اور اسی حدیث کی صحت کی تائید صحابہ کرام کے عمل سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کا یہ عمل رہا ہے۔

جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے۔

یعنی حضرت ابوبکر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے (تو دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے) اور امام رکوع کی حالت میں ہے تو یہ دونوں حضرات بھی رکوع میں چلے گئے اور رکوع کی حالت ہی میں چلتے ہوئے صف میں جا ملے اس حدیث کے راوی سب صحیح ہیں۔

۲:- ابی امامۃ رض کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت کو

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور امام اس وقت رکوع کی حالت میں تھا۔ زید بن ثابت نے بھی تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف میں آ گئے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۳:۔ یعنی زید بن وھب روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ ان کے گھر سے مسجد کی طرف چلا جب ہم مسجد کے اندر پہنچ گئے تو امام صاحب رکوع میں جا چکے تھے تو عبداللہ بن مسعودؓ نے تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا اور میں نے بھی انکے ساتھ رکوع کر لیا پھر ہم رکوع کی حالت میں ہی چلتے ہوئے صف میں جا ملے اور اس وقت لوگ رکوع پورا کر کے کھڑے ہو گئے تھے جب امام نے نماز پوری کر لی اور سلام پھیر لیا تو میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ میں نے رکعت نہیں پائی تو عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھکو بٹھا دیا اور فرمایا کہ تمہاری رکعت ہو گئی ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ۱/۹۹/۱-۲ امام طحاوی نے شرح المعانی میں (۱/۲۳۱-۲۳۲) اور طبرانی نے معجم الکبیر میں (۳/۳۲/۱) بیہقی نے اپنی سنن میں (۲/۹۰/۹۱) صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام طبرانی نے یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی ذکر

کی ہے۔

ان احادیث و آثار سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو رہی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

اور یہ بات ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کے آثار سے بھی ثابت ہے جو کہ صحیح اسناد کے ساتھ مذکور ہیں اور میں نے ان دونوں حضرات کی احادیث ارواء الغلیل حدیث ۱۱۹ میں ذکر کی ہیں اور وہاں میں نے اس بارے میں ابو ہریرۃؓ کی مرفوع حدیث بھی ذکر کی ہے امام بخاریؒ نے جزء القراءۃ (ص ۲۴) میں ابو ہریرۃؓ کا اثر ذکر کیا ہے کہ

"اِذَا اَدْرَکْتَ الْقَوْمَ رُکُوْعًا لَمْ تُعْتَدَّ بِتِلْکَ الرَّکْعَۃِ"

تو یہ اثر ایک تو ان تمام احادیث اور آثار کے مخالف ہے جو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ اسکی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اسمیں معقل ہے اور اسکو سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے اور امام ازدی کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ اس کے علاوہ ابن اسحق جو کہ مدلس نے یہ حدیث معنعن بیان کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے "تلخیص" میں جو اس پر سکوت اختیار کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کے علاوہ امام بخاریؒ نے ابن اسحاق کے طریق سے بھی ایک روایت ذکر کی ہے اور اسکے لفظ یہ ہیں لَا یُجْزِئُکَ

اِلَّا اَنْ تُدْرِكَ الْاِمَامَ قَائِمًا"۔

اسکی اسناد حسن ہے اور یہ حدیث بھی گزرے ہوئے آثار کے مخالف نہیں ہے بلکہ بظاہر انہیں کے موافق ہے مگر اس میں امام کو قیام کی حالت میں پانے کی شرط ہے اور یہ ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے جب کہ ابوہریرۃؓ سے ہی رکوع کی رکعت کے بارے میں صحیح مرفوع حدیث مروی ہے۔ اور پھر ابوہریرۃ رضؓ کے اس اثر کی مخالفت جن کبار صحابہ ابوبکر رضؓ عبداللہ بن مسعود رضؓ زید بن ثابت رضؓ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کی ہے وہ سب کے سب ہی علم وہ فقہ کے بڑے مقام پر تھے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی کو اعتراض ہو تو ابی بکرہ والی صحیح حدیث موجود ہے جو کہ ابوداؤد، طحاوی، احمد، بیہقی اور ابن حزم نے روایت کی ہے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

ابوبکرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ میں (مسجد میں) جس وقت آیا تو (حضور علیہ السلام رکوع میں تھے میں نے صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کر لیا اور پھر (رکوع کی حالت میں ہی) چلتا ہوا صف میں مل گیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے فرمایا تم میں سے کس نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کیا اور پھر چلتے

ہوئے صف میں جا ملا؟ ابو بکرہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ) میں نے اسطرح کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں میں تمہارے اس شوق اور سبقت کو اور زیادہ کرے، دوبارہ اسطرح نہ کرنا۔ میں (شیخ البانی) کہتا ہوں کہ اسکی سند مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے اور یہ اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے جسکی تخریج میں نے ارواء الغلیل حدیث نمبر (۶۸۴، ۶۸۵) میں کی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرنے سے منع فرمایا ہے اور بظاہر یہ حدیث سابقہ احادیث و آثار کے خلاف پڑتی ہے اسمیں کس طرح تطبیق اور توفیق دی جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ نص حدیث سے اس بات کی نفی نہیں ملتی کہ حضور علیہ السلام نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرنے سے منع فرمایا ہو بلکہ یہ بات استنباط کے ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ (لا تعد) اسمیں اس بات کا احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا ہو جو اس موقع پر ان سے صادر ہوئی ہیں۔ اور تتبع اور غور و فکر کرنے کے بعد اس موقع پر بظاہر تین باتیں ہی نکلتی ہیں۔

۱:۔ حضورؐ نے اس رکعت کو شمار کرنے سے منع فرمایا تھا جس میں وہ رکوع کی حالت میں ملے تھے۔

(۲) نماز میں آتے ہوئے دوڑنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ احمد میں ابی بکرۃ رضؓ کی روایت (۴۲/۵) جو ایک دوسرے طریق سے مذکور ہے اور وہ روایت اسطرح ہے کہ یعنی ابوبکرۃ رضؓ نماز کے لئے آئے اور حضور علیہ السلام رکوع میں تھے۔ حضور علیہ السلام نے ابوبکرۃ رضؓ کے جوتوں کی آواز سنی اور وہ رکعت پانے کے شوق میں دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون دوڑ رہا تھا؟ ابوبکرۃ رضؓ نے عرض کیا (یارسول اللہ) میں تھا آپ نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد۔

متابعات میں اسکی سند حسن ہے اور ابن سکن نے بھی اپنی صحیح میں اسیطرح روایت کیا ہے اور اسمیں یہ لفظ ہیں کہ میں آتے ہوئے دوڑ رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کون دوڑ رہا تھا الخ اس روایت کے شواہد میں طحاوی کی بھی ایک روایت ہے جو اسطرح ہے کہ جب میں آیا تو حضور علیہ السلام رکوع میں تھے اور میرا سانس (جلدی چلنے اور دوڑنے کی وجہ سے) پھول رہا تھا اور میں نے صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کر لیا الخ اسکی سند بھی بالکل صحیح ہے۔

۳:۔ تیسرا یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صف

میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرنے سے اور پھر صف میں چلتے ہوئے ملنے سے منع فرمایا ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تینوں باتوں سے منع فرمایا تھا یا ان میں سے بعض سے روکا تھا یہی مسئلہ تحقیق طلب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ پوری طرح اسکی وضاحت ہو جائے۔

پہلی بات (یعنی حضور علیہ السلام نے رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے منع فرمایا تھا) تو بظاہر یہ بات حضور علیہ السلام کی نہی میں شامل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے منع فرماتے تو ضرور بالضرور نماز کو لوٹانے اور پوری کرنے کا حکم صادر فرماتے کیونکہ یہ نماز ناقص اور غیر مکمل تھی اسمیں تو پوری ایک رکعت کم تھی۔

پس جب حضور علیہ السلام نے رکعت کو لوٹانے اور پوری کرنے کا حکم نہیں فرمایا تو یہ بات پوری طرح شہادت دیتی ہے کہ انکی نماز (رکوع میں ملنے سے) مکمل اور پوری تھی اور اس بات پر بھی شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام کی نہی (لا تعد) رکوع کی رکعت کے شمار کرنے پر نہیں تھی۔

"امام صنعانی کا سبل السلام (۲/۳۲) میں یہ قول کے شاید حضور علیہ السلام نے نماز لوٹانے کا حکم اس لئے نہ دیا ہو کیونکہ (ابی بکرؓ)

اس حکم سے واقف نہیں تھے اور ناواقفیت اور علم کا نہ ہونا بھی ایک عذر ہے۔ امام صنعانی کی یہ بات ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بخاری ومسلم میں یہ حدیث جو ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص جو نماز کو جلدی جلدی بغیر اعتدال کے ادا کر رہا تھا اس کو حضور علیہ السلام نے تین بار نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس بات کے باوجود کہ اُنکو بھی نماز میں جلدی کی وجہ سے جو کمی وغیرہ واقع ہو رہی تھی اس کے بارے میں علم نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے اسکو تو نماز لوٹانے کا تین دفعہ حکم فرمایا جبکہ اس سے نماز کی کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ نماز میں اعتدال اور اطمئنان وغیرہ کی کمی تھی جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے نماز کو لوٹانے کا تین بار حکم فرمایا۔ اور ابوبکرہ رضؓ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا اس بات کے باوجود کے ان سے پوری ایک رکعت فوت ہو گئی تھی کیونکہ وہ رکوع میں ملے تھے (معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے انکو اسلئے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تھا کیونکہ رکوع میں ملنے سے رکعت پوری ہو گئی تھی) پھر اس کے باوجود کس طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نہی (لاتعد) رکعت کو شمار کرنے کے متعلق تھی اور کبار صحابہ کا یہ فعل اور عمل پہلے گزر چکا ہے کہ وہ رکوع کی رکعت کو شمار کرتے تھے اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ نہی رکوع کی رکعت

کو شمار کرنے کے بارے میں نہیں تھی۔

دوسری بات یعنی حضور علیہ السلام نے نماز میں آتے ہوئے دوڑنے سے منع فرمایا تھا تو اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ السلام کی نہی (لا تعد) اسی مقصد کے لئے تھی اور اسمیں کوئی تعارض بھی نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں اور روایات بھی شہادت دیتی ہیں جیساکہ ابوہریرہ رضؓ کی مرفوع حدیث جس کے لفظ یہ ہیں۔

یعنی جب تم نماز کے لئے مسجد میں آؤ تو جلدی اور دوڑ کر نہ آؤ بلکہ اطمنان اور وقار کے ساتھ آرام سے آؤ۔

تیسری بات یعنی حضور علیہ السلام نے صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے سے منع فرمایا تھا یہ بات موضوع بحث ہے اور اسمیں غور و فکر طلب ہے۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ یعنی تم میں سے کس نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کیا تھا اور پھر صف میں ملا تھا اور پھر اسکے ساتھ ہی حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا لا تعد ایسا نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے فعل (یعنی صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے) سے منع فرمایا ہو۔ اگرچہ یہ بات بھی حدیث کے واضح الفاظ سے ثابت نہیں ہو رہی ہے اس لئے زیادہ احتمال یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ نماز میں آتے

ہوئے بھاگنے اور دوڑنے سے منع فرمایا تھا۔

اور اسکے ساتھ ہی یہ احتمال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تمام باتوں سے منع نہیں فرمایا تھا جو اس وقت ان سے صادر ہوئی تھیں (یعنی (۱) رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے (۲) نماز میں آتے وقت دوڑ کر آنے سے (۳) صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے سے)

اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضورؐ نے پہلی چیز (یعنی رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے اور تیسری (یعنی صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے) سے منع نہیں فرمایا تھا۔ اگرچہ اس تیسری بات کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مگر اس ساری بحث اور تحقیق کے بعد راجح اور قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کرنا جائز ہے اور حضورؐ نے جو نہی (لا تعد) فرمائی ہے وہ اسکے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف دوڑنے کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں بہت قوی دلائل موجود ہیں۔

اولاً:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مسجد حرام میں جمعہ کے خطبہ کے دوران صحابہ کرام کے اتنے بڑے اجتماع میں یہ حدیث بیان کرنا (کہ صف میں پہنچنے سے قبل رکوع کرنا سنت ہے) اور پھر صحابہ کرام کے اتنے بڑے اجتماع میں کسی ایک کی بھی

مخالفت نہ پائی جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اس مسئلہ کو مانتے تھے۔

ثانیاً:۔ حضرت ابوبکر عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کا اس پر عمل موجود ہے۔

(لا تعد کے بارے میں تحقیق)

(لا تعد) باب اَعَادَ یُعِیْدُ اِعَادَۃً" سے ہے جسکا مطلب ہے کہ تم اس رکعت کو نہ لوٹانا۔

چنانچہ امام صنعانی سبل السلام (۲/۲۴) میں فرماتے ہیں لا تعد بضم المثناۃ الفوقیۃ من الاعادۃ ای زادك الله حرصا علی طلب الخیر ولا تعد صلاتك فانھا صحیحۃ - یعنی اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں میں تمہاری اس پیش قدمی اور سبقت میں برکت اور زیادتی کرے اور اپنی نماز (رکعت) کو نہ لوٹانا کیونکہ (رکوع میں ملنے سے) تمہاری نماز مکمل ہو گئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ قریب ترین بات یہ ہے کہ (لا تعد) عود سے ہے جسکا مطلب ہے کہ نماز میں آتے ہوئے آئندہ دوڑ کر نہ آنا اس کلام کے باوجود حدیث میں اس قسم کا بالکل اشارہ تک نہیں ملتا کہ نماز میں کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو جسکی وجہ سے حضور علیہ السلام

نے نماز کو لوٹانے کا حکم فرمایا ہو بلکہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان زادک اللہ حرصاً پوری طرح نماز کے کامل اور مکمل ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔

شیخ البانی فرماتے ہیں کہ بخاری اور دوسری کتب میں لفظ (لاتعُد) ہی مذکور ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری (٢/٢١٤) میں فرماتے ہیں کہ تمام روایات میں لاتعد (عود) تاء کے زبر اور عین کے پیش کے ساتھ ہے جسکا مطلب ہے نماز میں دوڑتے ہوئے شامل نہ ہونا۔

کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پوری بحث اور تحقیق سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ (لاتعد) میں جو نہی وارد ہوئی ہے نا تو اسمیں رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور نا ہی صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کرنے سے روکا گیا ہے بلکہ اسمیں صرف نماز میں آتے ہوئے جلدی اور دوڑ کر آنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ نماز کے لئے جلدی اور دوڑ کر آنا سکینہ اور وقار کے منافی ہے۔ جیساکہ ابوہریرۃ رضؓ کی حدیث سے اسکی تصریح ہو گئی ہے۔

اور امام شافعی رحؒ نے بھی (لاتعد) کی تفسیر یہی فرمائی ہے کہ لاتاتُو الصلاۃ تسعون۔ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ۔ سنن بیہقی ٢/٩٠

واللہ تعالیٰ اعلم

رکعتِ رکوع اور فرضیتِ فاتحہ

جناب مولانا الحاج عبداللہ صاحب لائل پوری

رکوع کی رکعت کا مسئلہ عرصہ سے زیرِ بحث ہے لیکن میرے خیال میں کسی صاحب نے اس مسئلہ میں سیر کن بحث نہیں کی۔ وقتاً فوقتاً اخبار کے کالموں پر یہ مضمون آیا۔ لیکن تاہنوز نامکمل رہا۔ البتہ مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی نے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور ماشاء اللہ خوب مدلل بحث کی ہے بعض علمائے اہلحدیث اس مسئلہ کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ سورۂ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جاتی ہے۔ لہذا مدرکِ رکوع والی احادیث کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور فرضیت فاتحہ والی احادیث کو مانا جاتا ہے۔ حالانکہ ترکِ حدیث سے تطبیق ممکن اولیٰ ہے جو کہ اصل مذہب محدثین رح ہے۔

مدرک رکوع کو مدرک رکعت تسلیم کرنے سے فرضیت فاتحہ میں کوئی خامی نہیں آتی۔ چنانچہ ائمہ میں امام شافعی رح باوجود سورۂ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہونے کے رکوع کی رکعت تسلیم کرتے ہیں۔ کتاب قرأت خلف الامام بیہقی ص ۱۵۷ میں ہے۔

وَ أَمَّا الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّهُ يَجْعَلُهُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ بِإِدْرَاكِ الرُّكُوعِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْآثَارِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ۔ الخ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعیؒ کے لڑکے امام ابو عثمان محمد شافعیؒ کا علمی مکالمہ جو کہ ان دونوں کے درمیان اس مسئلہ پر ہوا تھا۔ اس میں بالکل ہی صاف دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم اس کو علماء کرام کی تحقیق میں زیادتی کی غرض سے نقل کرتے ہیں۔

طبقات الحنابلہ مصری ص۲۳ میں ہے۔ وَسُئِلَ أَحْمَدُ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا يَقْرَءُ فِيمَا يُجْهَرُ وَيَقْرَأُ فِيمَا أُسِرَّ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِالْحَمْدِ وَسُورَةٍ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِالْحَمْدِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ فَإِنْ كَانَ لِلْإِمَامِ سَكْتَةٌ فِيمَا يَجْهَرُ يَقْرَأُ قَالَ إِنْ كَانَ يُمْكِنُهُ يَقْرَأُ وَلَا أُحِبُّ يَقْرَأُ وَالْإِمَامُ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَجَعَلَ يُعْجِبُ مِمَّنْ يَذْهَبُ إِلَى هٰذَا وَقَالَ أَلَيْسَ يُدْرِكُ الْإِمَامَ رَاكِعًا فَيَرْكَعُ مَعَهُ وَلَا يَقْرَأُ وَهٰذَا أَبُو بَكْرَةَ قَدْ جَاءَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَرَكَعَ دُونَ الصَّفِّ وَاحْتَسَبَ بِهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ الشَّافِعِيِّ الَّذِي يَذْهَبُ إِلَى هٰذَا يَذْهَبُ إِلَى الْحَدِيثِ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ تَدْرُوِيْ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

امام بیہقی نے بھی مندرجہ بالا حدیث میں تطبیق دی ہے کتاب قرأت میں فرماتے ہیں۔

اَوْ قِرَاۃُ الْاِمَامِ لِلْمَاْمُوْمِ قِرَاۃٌ اِذَا اَدْرَکَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَلَمْ یُدْرِکْ مَعَہُ الْقِیَامَ وَمَنْ جَمَعَ بَیْنَ الْاٰیٰتِ وَالرِّوَایَاتِ یَکُوْنُ اَوْلٰی مِمَّنْ تَرَکَ بَعْضَھَا وَاَخَذَ بِبَعْضِھَا۔ الخ

(کتاب القرأۃ بیہقی ص۱۵۵)

لیکن مذہبِ حنفیہ رکوع کی رکعت کا تو قائل ہے اور فرضیت فاتحہ سے انکاری ہے۔ حالانکہ قیام کی فرضیت کے وہ بھی قائل ہیں ملاحظہ ہو منیۃ المصلی ص۵۸۔ چنانچہ جب وہ ابوبکرہ رض والی حدیث عدم فرضیت فاتحہ پر پیش کرتے ہیں تو ہماری طرف سے یہی جواب ہوتا ہے۔ کہ جس طرح باوجود قیام فرض ہونے کے تمہاری رکوع کی رکعت بغیر قیام کے ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ہم سے فاتحہ ساقط ہوجاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ رکوع کی رکعت اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ کتاب قرأۃ خلف الامام بیہقی ص۱۵۷ میں ہے۔ وَلَوْ کَانَ فِیْ ذَالِکَ اِجْمَاعٌ لَکَانَ ھٰذَا الْمُدْرِکُ لِلرُّکُوْعِ مُسْتَثْنٰی مِنَ الْجُمْلَۃِ۔ الخ

امام نووی شارح مسلم باوجود قائل فرضیتِ فاتحہ ہونے کے رکوع کی رکعت کو تسلیم فرماتے ہیں ——— نووی جلد ا ص۱۲۵ میں ہے۔ فَاِنَّھَا تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوْقِ اِذَا اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا۔

علاوہ ازیں سلف امت رکوع کو زیادہ لمبا کیا کرتے تھے تاکہ مسبوق مل کر اپنی رکعت پالے۔ چنانچہ حضرت عثمان دعاءِ قنوت قبل رکوع صرف اس لئے مانگا کرتے تھے تاکہ رکوع میں مقتدی مل کر رکعت پالیں۔

فتح الباری مصری جلد ۲ صـ۲۹۳ میں ہے:-

وَرَوٰی محمد بن نصر من طریقٍ اُخریٰ عن حُمَیدٍ عن انسٍ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ جَعَلَ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَیْ دَائِمًا عُثْمَانُ لِکَیْ یُدْرِکَ النَّاسُ رَکْعَةً۔ الخ

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں۔ اِنَّ الْاِمَامَ اِذَا اَحَسَّ بِرَجُلٍ یُرِیْدُ مَعَهُ الصَّلٰوةَ وَهُوَ رَاکِعٌ جَازَ اَنْ یَّنْتَظِرَ رَاکِعًا لِیُدْرِکَ الرَّکْعَةَ الخ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ۱۰۱)

علامہ ابن بطالؒ بھی قریب اسی کے فرماتے ہیں۔

ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۲ صـ۱۶۱ مصری

بعض سلف تو سجدہ کو شمار کرنے کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ فتح الباری جلد ۲ صـ۴۶ مصری میں ہے۔

عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ اِذَا اَدْرَکَ السُّجُوْدَ اَکْمَلَ بِنِیَّةِ الرَّکْعَةِ مَعَهُمْ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَرْکَعُ فَقَطْ وَتُجْزِیْهِ۔ لیکن یہ قول بوجہ نصِ صریح لَاتَعُدُّوْهُ کے خلاف ہونے کے شاذ و غیر قابلِ قبول ہے۔ لہٰذا ما سنح ببالی الخاطر و انا الفقیر الاواہ ابو محمد عبد اللہ لائلپوری۔

مزید دلائل اور وضاحت

از مولانا حافظ محمد یونس صاحب دہلوی

حدیث شریف کا مسئلہ ہے کہ جس وقت جماعت ہو رہی ہو اور کوئی آکر اسمیں ملے تو امام جس حالت میں ہو۔ جو رکن ادا کر رہا ہو۔ یہ بھی اسی میں آکر مل جائے۔ وہ سجدہ میں ہو یہ بھی سجدہ ہی کرے۔ اگر مقتدی قومہ، سجدہ۔ قعدہ۔ تشہد میں آکر جماعت سے ملے۔ تو یہ فوت شدہ رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پڑھ لے۔ لیکن اگر مقتدی حالت قیام یا رکوع میں آکر جماعت سے ملے تو یہ رکعت شمار ہو گی اسکو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بعض حضرات رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے۔ اور اپنے قیاسات کے مقابلہ میں احادیث رسول و تعامل صحابہ رضؓ کو جواب دیدیتے ہیں۔

امام قیام میں ہو یہ بھی قیام کرے۔ وہ رکوع میں ہو یہ بھی رکوع میں مل جائے۔

ایسے حضرات اگر انصاف کریں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہونچیں گے۔
کہ سورت فاتحہ کی حدیثیں اس مقام پر پڑھنا سراسر بے محل ہے
کیونکہ اسکی فرضیت حالت قیام میں ہے نہ کہ رکوع میں جب ایک
حالت ہی بدل گئی تو احکام کی تبدیلی میں کیا تعجب ہے ہر جیسے
مواقع جداگانہ ہوتے رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان کا لحاظ
رکھتے ہوئے احکام بھی جدا مقرر فرمائے ہیں۔ ہر حکم اپنے موقعہ کے
مناسب ہے اور سب کا ماننا عین ایمان ہے۔ اگر ہر قدم پر ایک
سے ایک نیا اور جدا حکم ہمکو ملے تو اسکو بغیر چون و چرا کے تسلیم
کر لینا ہی ہماری سعادت مندی ہے۔ قیام نماز ایک رکن ہے۔ اور
رکوع یہ نماز کا جدا رکن ہے۔

سورت فاتحہ قیام میں فرض ہے۔ رکوع میں فرض نہیں قیام
میں سورت فاتحہ پڑھے بغیر رکعت نہیں ہوتی۔ اور رکوع سورۃ
فاتحہ پڑھنے کا محل نہیں ہے۔ اسلئے رکوع میں سورت فاتحہ نہیں
پڑھنی چاہیئے اور اس حالت میں رکعت شمار کرنی ہوگی۔ اسکی
مزید تائید یوں سمجھیئے کہ نماز میں رکوع سجدہ فرض ہے۔ ان کے
بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مگر نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ
اس نماز میں شریعت نے رکوع اور سجدہ معاف کر دیا ہے۔ اور
انکے بغیر یہ نماز کامل ہے مریض اشارہ سے نماز پڑھے۔ تو وہ نہ

قیام کرے گا نہ رکوع سجدے کریگا۔ اور اس وقت یہ تمام ارکانِ نماز اس پر معاف ہیں۔ مقیم آدھی نماز پڑھے تو اسکی نماز نہ ہوگی مگر مسافر ظہر۔ عصر۔ عشا۔ آدھی نماز یعنی ۲ دو۔ دو فرض پڑھے ۲ دو ۲ دو رکعتیں اس پر معاف ہیں۔ نماز جنازہ کے رکوع سجدے مریض پر نماز کے جملہ ارکان۔ مسافر پر آدھی آدھی نمازیں معاف ہیں ان رخصتوں کو سب قبول کرتے ہیں نماز کو کامل مانتے ہیں پھر رکوع میں ملنے سے اگر سورۃ فاتحہ کی رخصت مل جائے اور وہ رکعت شریعت شمار کرے تو اسکو قبول نہ کرنا اور قیاسات کو مقدم رکھنا کونسی عقلمندی ہے جب کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کی رکعت کو شمار کیا ہے۔

ابوبکرہ رض کی حدیث اس پر کھلی دلیل ہے۔ کہ وہ جماعت کے ساتھ حالت رکوع میں ملے۔ اور اس رکعت کو شمار کیا حضورؐ کو معلوم ہوا۔ تو آپؐ نے یہ رکعت اُن سے دوبارہ نہیں پڑھوائی سنن ابوداؤد مسند احمد میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

ابن خزیمہ میں یہ الفاظ ہیں۔ مَنْ اَدْرَكَ مَعَ الْاِمَامِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَهَا۔

یعنی جو کمر سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا اس نے رکعت پالی۔

سنن بیہقی ص۸۹ ج۲ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں۔ لَا تَعْتَدُّوْا بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوْعُ۔

یعنی بلا رکوع پائے رکعت کو شمار نہ کرو۔

کنز العمال ص۱۳۷ جلد۴ میں قولی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً فَلْيَرْكَعْ وَلْيَحْتَسِبْ۔

یعنی جو شخص امام کو رکوع میں پاوے تو رکوع کرلے اور اسے شمار کرلے۔ ہمارے بھائی! ان اور ان جیسی احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اپنے قیاسات کو مقدم کرتے ہیں۔ یاد رکھیئے لوگوں کے قیاسات احادیث نبویہؐ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اگر یہ احادیث نبویہؐ قابل عمل نہیں ہیں تو کیا معاذ اللہ بیکار ہیں عبث ہیں کیا محدثین نے محنت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں فضول جمع کی تھیں کیا کتابوں کے صفحے یونہی سیاہ کرکے برباد کیئے! آخر مستقل ابواب باندھ کر یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش انہوں نے کیوں کی؟ یہاں سورت فاتحہ کا تنازعہ نہیں ہے بلکہ رکوع کی رکعت کا مسئلہ ہے۔ جس طرح سورت فاتحہ عام قرأت کی حدیثوں سے مستثنیٰ ہے۔ اسیطرح رکوع کی رکعت سورۃ فاتحہ کی احادیث سے مختص ہے۔ اور یہ کہنا بھی باطل ہے کہ جو لوگ قرأت فاتحہ کو فرض نہیں کہتے وہ رکوع کی رکعت لیتے ہیں۔

کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ حضرت علی رضؓ
حضرت ابن مسعود رضؓ حضرت جابر رضؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ حضرت
زید بن ثابت رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور عمر بن عبدالعزیز رحؒ
سعید بن المسیب رحؒ میمون رحؒ جیسے اکابر تابعین امام شافعی، امام
بیہقی جیسے ائمہ کرام باوجود قرأت فاتحہ خلف الامام فرض ماننے کے
رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ سنن بیہقی جلد ۱ صـ۹۱ میں حضرت
ابن عمر رضؓ کا فتویٰ بایں الفاظ موجود ہے۔ مَنْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ
رَاكِعًا فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ الْاِمَامُ رَاْسَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ

اس مسئلہ کی مزید تفصیل اردو زبان میں البلاغ المبین
مصنفہ علامہ محی الدین صاحب اور مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی
کے فتاویٰ اور مشکوٰۃ شریف مترجم غزنوی میں موجود ہے یہ ہمارے
سب اسلاف بھی سورت فاتحہ کی فرضیت کے باوجود رکوع کی رکعت
کے قائل ہیں۔ علامہ امام شوکانی اور صاحب عون المعبود وغیرہ
بھی اسی کے مؤید ہیں اور خوب ہی دلائل لائے ہیں۔

برادران! ہم فرمانبردار ہیں فرماں روا نہیں۔ ہم متبع ہیں۔
متبوع نہیں ہم کو یہی لائق ہے کہ شریعت کے مقابلہ میں اپنے قیاسات
بالائے طاق رکھیں۔ اور ہر ہر مسئلہ کو تسلیم کرتے اور وقت
پر اسکے عامل ہوتے چلے جاویں۔

مولوی عبد اللہ کا رکوع کی رکعت سے انکار

جناب مولانا عبد القادر صاحب عارف حصاری

مولوی عبد اللہ صاحب ڈیرہ غازی خاں والے پہلے اس مسئلہ پر عقیدہ و عمل رکھ کر اپنی نمازیں ضائع کرتے رہے کہ رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو رکعت ہو جاتی ہے اس کا اعادہ کرنا خلاف شرع اور گناہ ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ رکوع کی رکعت کے صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:۔ "سابقہ میری تحریریں اور عقیدہ غلط تھا۔"

میں کہتا ہوں کہ جس علم کی بنار پر مولوی صاحب موصوف کا سابقہ عقیدہ و تحریریں تھیں وہ غلط تھا۔ وہی علم ان کا اب موجود ہے جوان کے دماغ کا اور دل کا فہم ہے۔

وہی علم اور وہی کتابیں اور وہی دلائل ان کے پاس موجود تھے۔ لیکن جماعت غربار اہلحدیث سے مخاصمت جاری تھی۔ جب وہ رکوع کی رکعت کا مسئلہ بیان کرتے یا لکھتے تو مولوی صاحب کا نفس کینہ اور بغض کی وجہ سے جوش میں آجاتا ہے تب ایک دن مدہوش ہو کر رسالے لکھنے لگے۔ اب شرمندہ تھے کہ جن دلائل

کہ میں مان چکا ہوں کہ ان سے رکوع کی رکعت ثابت ہے اب اگر صرف انہی کی تکذیب کروں تو بری بات ہے اہل علم بھی مجھے بے اعتبار سمجھیں گے۔ تب ایک حدیث بے اصل اور بے سند مسند احمد کی شرح بلوغ الامانی سے نکال لی اور یہ کہدیا کہ سب سے پہلے میں وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس سے میرے پرانے خیالات تبدیل ہو گئے۔

پھر حدیث لکھ کر یوں ترجمہ کیا۔ "یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص امام کو رکوع میں پائے پس چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع کرے اور اس رکعت کو دوبارہ پڑھے۔

اس حدیث کو دیکھ کر اپنے سابقہ خیالات کو تبدیل کر لیا" اس حدیث کا مستند کتب احادیث میں نام و نشان نہیں ہے کسی بے سند حدیث پر آنکھ بند کر کے گرے ہیں اور ابوبکرہ کی صحیح حدیث کہ جس سے جمہور محدثین نے استدلال کیا تھا اس کو ضعیف قرار دیدیا ہے۔

رئیس الحفاظ امام الناقدین حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر ص۱۲۷ میں لکھا ہے۔ وَہٰذَا ھُوَ الْمَعْرُوْفُ مَوْقُوْفٌ وَاَمَّا الْمَرْفُوْعُ فَلَا اَصْلَ لَہٗ یہ ابوہریرۃ رضؓ کا قول ہے مرفوع کی کوئی اصل نہیں ہے۔

یعنی کسی مستند کتاب میں سند کے ساتھ یہ روایت نہیں پائی گئی۔

بہرحال ابوہریرۃ رضؓ کی موقوف حدیث کو مرفوع بنا رہے ہیں حالانکہ مرفوع ثابت نہیں ہے اگر ثابت ہوتی تو وہ علماء جو رکوع کی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اسے اپنے ثبوت میں پیش کرتے پھر مولانا عبدالوہاب صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا عبد الجلیل صاحب محدث سامرودیؒ و دیگر علمائے حق جنہوں نے عرب و عجم کی کتبِ حدیث کا ورق ورق چھان مارا ضرور اس حدیث کو تسلیم کرکے رکوع کی رکعت کو شمار نہ کرتے۔

یہ مولوی صاحب موصوف ان متبحرین فی العلوم ہستیوں کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ہاتھی اور شیر کے مقابلہ میں مچھر ہے چنانچہ علامۃ الدہر قاضی القضاہ حافظ ابن حجر کو بھی کہدیا کہ "ابن حجر نے تساہل فرمایا ابن حجرؒ کے فرمانے سے کیا ہوتا ہے۔

یہ کس قدر حماقت عظمیٰ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کی کتابوں سے حوالے دے کر اپنا ثبوت لا رہے ہیں۔ فتح الباری لسان المیزان تہذیب التہذیب وغیرہ جو حافظ صاحب کی کتابیں ہیں اور وہ تمام علماء اسلام جو عرب و عجم میں ہیں ان کے نزدیک مسلّم ہیں۔ اور مستند ہیں۔ علم رجال اور تنقیدِ رجال میں ان کے اقوال سے

استناد کیا جاتا ہے۔ اگر حافظ ابن حجر کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو تمہارے حوالے جو ابن حجر کی کتابوں سے تھے باطل ہو گئے کہ ان کی نقل کا اعتبار نہ رہا۔

میں حیران ہوں کہ بغیر ثبوت کے حافظ صاحب کی بات کی تغلیط کر رہے ہیں۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ حافظ ابن حجر وہ علامۃ الدہر ہیں جنہوں نے فتح الباری جیسی شاندار کتاب لکھی۔ جو عرب و عجم میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک ہی کتاب ان کے جامع العلوم اور متبحر فی الحدیث ہونے پر پختہ دلیل ہے۔

انہوں نے ہر فن میں ڈیڑھ سو کتابوں سے زائد لکھی ہیں جو سب مستند ہیں۔ اس لئے ان کو شیخ مشائخ الاسلام کہا گیا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ حافظ ابن حجرؒ معصوم تھے کوئی غلطی ان کی ہو جانا ناممکن نہیں۔ لیکن ان کی غلطی وہی علماء ظاہر کر سکتے ہیں جو ان کی طرح جامع العلوم اور ماہر فنون ہوں۔

اچھا سنو! حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ ابوہریرۃؓ کی مرفوع حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اب جو ان مولوی صاحب نے اس بے اصل روایت کی رو سے اپنا عقیدہ رکوع کا بدلا کہ رکعت نہیں ہوتی۔ تو یہ خود بھی بے اصل قرار پائے ان کا اعتبار نہ کیا جاوے حافظ صاحب کی یہ صاحب یوں تردید کرتے ہیں کہ یہ روایت

ابن خزیمہ کی ہے۔ ابن خزیمہ میں اس کی سند ہوگی" یہ بالکل غلط ہے
کہ یہ حدیث ابن خزیمہ کی ہے۔ اگر یہ حدیث ابن خزیمہ میں معتبر اور
مستند حوالے سے ثابت کردیں تو ان کیلئے یک صد روپیہ انعام۔
ورنہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن۔ اگر یہ حدیث صحیح ابن
خزیمہ میں ہو تو پھر صحیح ہے۔ کیونکہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان
سے بھی فائق ہے۔

چنانچہ تدریب الراوی کے ص۵۴ میں ہے کہ "صحیح ابن خزیمہ
کا مرتبہ صحیح ابن حبان سے زیادہ بلند ہے کیونکہ حدیث کی تشخیص
میں بہت شدت کرتے ہیں۔ اگر کسی حدیث کی اسناد میں
معمولی سا بھی کلام ہو تو اس کو قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

پھر اگر یہ حدیث ابن خزیمہ کی صحیح میں ہوتی تو حافظ صاحب بحر العلوم
اسکو بے اصل نہ کہتے کیونکہ ابن خزیمہ میں ہونے سے اس کی اصل پائی گئی۔
باقی رہا مولوی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ ابن خزیمہ میں اسکی سند ہوگی۔
مسائل کی تحقیق میں ہوگی فقط ماضی شکیہ کا گوزشتر کے برابر ہے۔ اسکو
اپنے گھر میں رکھو۔
مولوی صاحب موصوف نے جو اٹکل پچو سے تیر لگا چلایا اس
کا رد عمل بھی علامہ ابن حجر نے کردیا ہے چنانچہ تلخیص الحبیر ص۱۲۷ میں
ہے کہ اس روایت بے اصل ہے ابن خزیمہ نے استدلال کیا ہے
یہ ابو عاصم عبادی نے حکایت کی ہے۔ پھر حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

وَرَاجَعْتُ صَحِيْحَ ابْنِ خُزَيْمَةَ فَوَجَدْتُهٗ اَخْرَجَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَهَا قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ وَتَرْجَمَ لَهٗ ذِكْرُ الْوَقْتِ الَّذِیْ يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَاْمُوْمُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ اِذَا رَكَعَ اِمَامُهٗ قَبْلُ۔

یعنی میں نے یہ حکایت سن کر صحیح ابن خزیمہ کی طرف مراجعت کی تو وہاں ابوہریرۃ رضؓ کی روایت یوں درج تھی کہ جس نے نماز کی ایک رکعت امام کی پیٹھ سیدھا کرنے سے پہلے پالی اس نے نماز پالی۔ اس حدیث پر یوں عنوان ہے کہ اُس وقت کا ذکر جس میں امام کے رکوع کرنے پر مقتدی رکعت پا سکتا ہے۔

ھٰذَا مُغَايِرٌ لِمَا نَقَلُوْهُ عَنْهُ وَيُؤَيِّدُ ذَالِكَ اَنَّهٗ تَرْجَمَ بَعْدَ ذَالِكَ بَابُ اِدْرَاكِ الْاِمَامِ سَاجِدًا وَالْاَمْرِ بِالْاِقْتِدَاءِ بِهٖ السجود وان لا يعتد بِهٖ اِذَا الْمُدْرِكُ لِلسَّجْدَةِ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِاِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ قَبْلَهَا۔

یعنی ابن خزیمہ کا یہ کلام، اس کلام کے بالکل خلاف ہے جو علماء سے یہ نقل کرتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے پر رکعت ہو جانے پر ان کا یہ مضمون تائید کر رہا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس کے بعد یوں دوسرا عنوان قائم کیا ہے کہ یہ باب ہے امام کو سجدے میں پانے اور سجدے میں اس کی اقتداء کرنے اور اس کو شمار میں نہ لینے کا۔ اسلئے کہ رکعت تو رکوع پانے سے ملا کرتی ہے۔ جب تک سجدے سے پہلے رکوع نہ ملے تو اس

سجدے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بعض علماء امام ابن خزیمہ کو اُن علماء میں شمار کرتے ہیں جو رکوع کی رکعت شمار نہیں کرتے۔ انہی میں سے امام ابن حجر بھی تھے چنانچہ فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ ابن خزیمہ انہی میں سے ہیں لیکن جب حافظ ابن حجر نے تلخیص لکھی ہے تو اس امر کی دوبارہ تحقیق کی اور اصل کتاب صحیح ابن خزیمہ کی طرف رجوع کیا تو وہاں اپنی نقل کے خلاف پایا۔ اور دیگر ناقلین ابو عاصم عبادی کے بھی خلاف تھا تو اس غلطی کو ظاہر کر دیا ـــــــ اس سے ظاہر ہوا کہ امام ابن حجرؒ نے صحیح ابن خزیمہ کو دیکھا وہاں اس روایت منقولہ مولوی صاحب موصوف کا نام و نشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ اس حوالہ سے مولوی صاحب موصوف کی بات کٹ گئی کہ جس روایت کی بناء پر رجوع کیا تھا وہ بے اصل تھی ھَبَاءً منثورا ہو گئی۔ اور ان کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابو ہریرۃ رضؓ سے مرفوع حدیث اور صحیح ثابت ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت دوبارہ پڑھنی ہوگی سفید جھوٹ ہے اور اب وہ اس وعید کے مستوجب ہو گئے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم

میں سمجھو لے ــــــ مولوی صاحب موصوف نے یہ جان کر کہ ایک ماہر فن نے اس روایت کو بے اصل کہا ہے اور فتح الربانی شرح مسند احمد سے یہ روایت نقل کی ہے وہاں بھی اس کو بے اصل لکھا ہے تو پھر بھی اس جھوٹی روایت کو عمداً نقل کیا۔ اور یہ لکھدیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا پس چاہیئے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع کرے اور رکعت دوبارہ پڑھے کیسی صاف حدیث ہے۔ فرمان نبوی چمک رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت بے سند ہے۔ اس کا کسی کتاب میں وجود نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر رح کی تحقیق عمیق انیق نے یہ آفتاب کی طرح روشن کر دیا کہ یہ روایت ابن خزیمہ میں نہیں ہے بلکہ دیگر الفاظ سے ہے۔ جو اعتدادِ رکعت پر دال ہیں جس سے مولوی صاحب کا جھوٹ ثابت ہوا۔ یہ شخص کبھی کہتا ہے کہ ننگے سر نماز جائز نہیں۔ کبھی یہ مشہور کرتا ہے کہ گھوڑا حرام ہے۔ کبھی اشتہار دیتا ہے کہ قربانی کرنا صرف ایک دن مسنون ہے۔ باقی دنوں میں جائز نہیں۔

کبھی یہ لکھتا ہے کہ درس گاہوں سے جو علماء تعلیم و تدریس کی تنخواہیں کھا رہے ہیں یہ حرام کھا رہے ہیں کبھی یہ کہتا ہے کہ حج بدلہ کرنے کرانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کبھی یہ بیان کرتا ہے کہ ایصالِ ثواب کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور میت کی طرف سے قربانی

مُدرکِ رکوع

از:- مولانا محمد داؤد صاحب راز

سوال:- کیا مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے؟

جواب:- ہاں مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ قبل ازیں کہ میں اپنے مدعا کو بدلائلِ واضحہ ثابت کروں ایک امر ضروری کا اظہار لازم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جو اصحاب ہم سے اس امر میں مختلف رائے ہیں اور اس بارے میں ہم کو خطا پر سمجھتے ہیں ان کی خدمت میں باَدب ملتمس ہوں کہ میرے اس جواب کو اوّل سے آخر تک بنظر انصاف غور و فکر سے دیکھیں اور بعد میں اگر مجھ کو خطا پر پائیں تو مجھ کو اس سے آگاہ کریں۔ اور میرے مانند با دلائل رکوع ملنے کی صورت میں رکعت نہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف بالفاظ صریحہ نہ پائیں تو برائے مہربانی اس مسئلہ کو مان لیں۔ اور عمل کرائیں۔

وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق وبیدہٖ ازمۃ التحقیق۔

آپ اصحاب اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد و امام پر واجب ہے اور اس کے ترک سے بالکل نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بہت قوی اور کثرت

سے ہیں۔ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ سے بھی سورۂ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ اِلَّامَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ لیکن آگے چل کر دو فرقے ہو گئے ہیں کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پا کر رکوع میں چلا گیا ہو اس وقت بھی رکعت شمار کی جائے گی یا نہیں۔

فریق اوّل نے قیام فاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے مدرکِ رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دیکر دوسرے کو سرے سے اڑا ہی دوں چنانچہ جو احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّہٗ انْتَہٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَہُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

یعنی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے بعد سلام آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ

کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اول:- امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے چنانچہ اس امر پر یہ بات اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں کہ جس طرح حالتِ رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے بعد ازاں آپ کا فرمان وَلَا تُعِدْ بضم التاء اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپؐ نے ابوبکرہ کو رکعت کے اعادہ کا امر نہیں فرمایا۔ چنانچہ علامہ حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں۔

وَلَا تُعِدْ بِضَمِّ الْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ مِنَ الْاِعَادَةِ اَیْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰی طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّهَا صَحِيْحَةٌ۔

یعنی لَا تُعِدْ اعادہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔ آگے آپؒ فرماتے ہیں قریب بات یہ ہے کہ لَا تَعُدْ بفتح التاء عود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوڑ کر مت آؤ پھر فرماتے ہیں۔ فَاِنَّهٗ لَيْسَ فِی الْكَلَامِ مَا يُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ۔ یعنی اس حدیث سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ اس کی

رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کے فرمان زَادَكَ اللّٰہُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ
سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی۔ سبل السلام
صفحہ ۱۵۱۔ علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے
کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی
ہے بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس
میں اس بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ
شَیْئًا مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوۃَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ
الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس وقت اس
رکعت کو شمار نہ کرو اور جو کوئی رکوع میں آکر ملے اس نے نماز پائی۔

لفظِ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے كَمَا لَا يَخْفٰی عَلَی الْمَاهِرِیْنَ
بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے منکر
ہونے کے ضعیف کہا گیا ہے جسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن امام
ابوداؤد کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور
پھر اس پر آپ کا سکوت (بِقَوْلِ السُّكُوْتُ مِنَ الرِّضَاءِ) اس امر

کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابلِ حجّت ہے اور متروک العمل نہیں
بعدازاں اس حدیث پر غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ
چُست بالکل فضول اور بے کار ہے۔

علامہ شارح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے
جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ مدرکِ
رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ علیؓ و ابن مسعودؓ و زیدؓ و ابن عمرؓ
معاذؓ و ابوامامہؓ و سہل بن حنیف اور ابوبکر صدیقؓ یہ سب صحابہ
رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ مالک و شافعی و ابوحنیفہ و ثوری
و اوزاعی و ابوثور و احمد اور اسحاق یہ اس بات کے قائل ہیں۔
باوجودیکہ مالک اور شافعی کے نزدیک مقتدی و منفرد و امام سب
پر سورہ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے
ہیں کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو
بھی پایا جس کو امام ابن خزیمہ نے اس باب کے تحت میں درج کیا
ہے۔ بَابُ ذِکْرِ الْوَقْتِ الَّذِیْ یَکُوْنُ فِیْہِ الْمَامُوْمُ مُدْرِکًا لِلرَّکْعَۃِ اِذَا
اِمَامُہٗ قَبْلُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ
رَکْعَۃً مَّعَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ اَدْرَکَھَا۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آملے اس کی رکعت ہو گئی۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کے صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جان تو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت میں پاوے اُسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے :- اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ۔ پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آکر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آملے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی پھر فرماتے ہیں۔ فَعُرِفْتَ بِہٰذَا اَنَّ مِثْلَ ہٰذِہِ الْحَالَۃِ مُخَصَّصَۃٌ مِنْ عَدَمِ اِیْجَابِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ

یعنی وجوب قرأۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورۂ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جائے گی۔ پھر فرماتے ہیں وَاِنَّ الْمُرَادَ اِدْرَاکُ الْکَامِلِ۔ اس سے مراد ادراکِ کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پائی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں۔ فَاِنَّ ظَاهِرَهٗ بَلْ صَرِيْحَهٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَاِنْ لَّمْ يَقْرَاْ حَرْفًا مِّنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَةِ

یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔ اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو (نور العین عون المعبود)

(چوتھی حدیث) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ الرُّكُوْعَ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاَخِيْرَةِ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُضِفْ اِلَيْهِ اُخْرٰى۔ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

اگرچہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے جو ہمیں بھی مُسَلَّم ہے مگر ہم اس کو احتجاجاً پیش نہیں کرتے بلکہ استشہاداً پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس تو سوائے اجتہاد کے بالفاظِ صریحہ کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف احادیث التفاسیر نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا ہے۔ دیکھو خطبات التوحید

(پانچویں حدیث) اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيْقِ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاَدْرَكْنَا الْاِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا حَتّٰى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْاِمَامُ الصَّلٰوةَ قُمْتُ لِاَقْضِيْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ اَدْرَكْتَ الصَّلٰوةَ۔

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبداللہ بن مسعود رضؓ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبداللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا تیری رکعت ہو گئی۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ بَابٌ اِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ الخ باب ہے اُس وقت جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں۔ قَالَ الشَّافِعِیُّ بِاِسْنَادِهٖ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ فَرَكَعَ ثُمَّ دَبَّ رَاكِعًا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا كَمَا مَرَّ فِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَهٰكَذَا نَقُوْلُ وَقَدْ فَعَلَ هٰذَا زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔ پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے

لہ رحمۃ المہداۃ میں ہے اَخَذَ بِیَدِیْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاَجْلَسَنِیْ الخ یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔ ایڈیٹر

ساتھ عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت وابی امامہ سہل بن حنیف وابوبکر صدیق وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت کیا ہے کہ مدرک رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

(ساتویں حدیث) أَخْرَجَ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا أَنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَا يَقُوْلَانِ مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ السَّجْدَةَ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت جانتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

الحاصل آنکہ احادیثِ نبویہ واقوال صحابہ واسلاف امت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ مدرک رکوع مدرکِ رکعت ہے لیکن جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورہ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہو گئے لہذا رکعت نہ ہوئی۔

اس کا جواب وہی ہے جو علامہ شوکانی دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قرأتِ فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرآۃ فاتحہ اور قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع میں نہ گیا ہو اور

جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اُس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں۔ جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اُس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اٹھ گئی۔ اب میں اپنے مضمون کو بخوفِ طوالت علامہ شوکانی ہی کے قول پر ختم کرتا ہوں آپ آخر میں فرماتے ہیں۔ وَفِيْ هٰذَا الْمِقْدَارِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ فَاشْدُدْ بِذَالِكَ وَدَعْ عَنْكَ مَا قَدْ وَقَعَ فِيْ هٰذَا الْمَبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالتَّرَدُّدِ وَالتَّشَكُّكِ وَالْوَسْوَسَةِ يعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں پس یہی تجھ کو کافی وافی ہے اس کو مضبوط پکڑ لے اور جو کچھ اس بحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہوا ان سب کو چھوڑ دے

نوٹ:۔ یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے فقط احقاقِ حق منظور ہے لہذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اوّل یہ کہ ہم کو نمبروار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ فرضیتِ فاتحہ و قیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اس سے ہم کو متنبہ کر سکتے ہیں۔ فقط

رکوع میں شامل ہونے سے رکعت ہو جاتی ہے

جناب مولانا عبد اللہ صاحب (لون) ڈیرہ غازی خاں

ناظرین کرام! السلام علیکم

آج کل رکوع کی رکعت کا مسئلہ درپیش ہے۔ مدرکِ رکوع کی عدم رکعت کے قائل مولانا صاحب نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے لیکن مجھے تعجب یہ ہے کہ آپ نے سوا "لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ" کے اور کوئی حدیث پیش نہیں کی جس میں صاف فیصلہ موجود ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔

مولانا صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ فریق مخالف کی دلیل کو جب توڑا جاتا ہے یعنی اس پر جرح قطع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ اپنا دعویٰ صحیح طور پر ثابت کر دے۔ آپ کا فرض تھا کہ نصِ صریح ایسی حدیث پیش کرنی چاہیئے تھی کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف فیصلہ موجود ہو کہ جو شخص رکوع کی رکعت

میں آن کر شامل ہو وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔

بجائے اس کے آپ نے فریق مخالف کے دلائل پر جرح شروع کر دی۔ جس مسئلہ میں اختلاف ہو اس مسئلہ کے متعلق خاص طور سے دلیل ہونی چاہیئے۔ اب جیسے احناف سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق بحث ہوتی ہے تو وہ حضرات وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ۔ یا وَاِذَا قُرِءَ فَاَنْصِتُوْا پیش کرتے ہیں جو کہ بے موقعہ دلیل ہے ہم ان سے یہی دریافت کرتے ہیں کہ کوئی خاص دلیل پیش کرو کہ امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھو۔ قرائت عام ہے قرائت میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ بلکہ فاتحہ خلف الامام میں تنازع ہے۔

اسی طرح میرے بزرگوار ہمارا اور آپ کا تنازع فاتحہ خلف الامام میں نہیں ہے بلکہ رکوع کی رکعت کے متعلق ہے۔ آپ فاتحہ کی دلیل پیش کرتے ہیں رکوع کی رکعت نہ ہونے کی دلیل پیش کرو۔

جب کہ آپ کے پاس نصِ صریح اس مسئلہ میں کوئی نہیں ہے تو پھر آپ کو رکوع کی رکعت تسلیم کر لینی چاہیئے اور ابوداؤد کی حدیث اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَاتَعُدُّوْھَا وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔

یعنی جب تم آؤ...... طرف نماز کے اور ہم سجدہ کی حالت

میں ہوں پس تم سجدہ میں شامل ہو جاؤ لیکن اس سجدہ کو شمار نہ کرنا۔

اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ شارعؑ نے سجدہ کے متعلق فیصلہ فرما دیا۔ کہ اس کو شمار نہ کرو۔ رکوع کے متعلق بزعم جناب شریعت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کہ اس کو شمار کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ آپ اگلے جملے یعنی مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ کو رکوع تسلیم نہیں کرتے بلکہ اصلی معنی پر رکھتے ہو۔ حالانکہ صاف بات ہے۔ سجدہ کے مقابلہ میں رکوع جب کہ آپ رکعت کے معنی رکوع تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو بتلانا پڑے گا کہ فلاں حدیث میں فیصلہ ہے رکوع کے متعلق۔

اور حضرت ابوبکرہ رضؓ کے متعلق آپ نے فرمایا ہے۔ کہ حضورؐ نے اس کو بعد میں فرمایا وَاقْضِ مَاسَبَقَكَ کیونکہ مولانا صاحب! حضرت ابوبکرہ رضؓ کون سی رکعت میں آن کر شامل ہوئے تھے۔

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ کہیں صاف طور پر یہ موجود ہے کہ وہ پہلی رکعت کے رکوع میں آن کر شامل ہوئے تھے جب تو آپ کی بات صحیح ہے۔ کیونکہ اس نے دو رکعت شمار کی ہے اور حضورؐ نے فرمایا وَاقْضِ مَاسَبَقَكَ اور اگر وہ دوسری رکعت میں شامل ہوئے تھے تو آپ کی بات نہیں بنتی۔ کیونکہ وہ دونوں کے

نزدیک مسلم ہے کہ رکعت جو گئی تھی اس کے متعلق فرمایا۔ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ۔ اور کیوں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکرہ رضؓ سے دریافت کیا کہ ایسی حرکت کیوں کی؟ تو جواب دیا کہا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَفُوْتَنِیَ الرُّکُوْعُ۔ میں نے رکوع کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ فعل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا اللہ تیری حرص کو بڑھائے لیکن آئندہ دوڑ کر نہ آنا۔

جب کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی تو حضورؐ کیوں فرماتے زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا۔ اور حرص کیا تھی کہ رکوع فوت نہ ہو جائے ورنہ حضورؐ تو زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا کے بجائے فرماتے۔ تیری رکعت نہیں ہوئی اور آئندہ رکوع لینے کی حرص نہ کرلو۔

بلکہ بجائے روکنے کے دعا فرما رہے ہیں جو کہ زبردست دلیل ہے رکوع کی رکعت کی۔

اس کے بعد مولانا نے دارقطنی اور ابن خزیمہ والی روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مولانا! ضعیف حدیث جب قابلِ عمل نہیں ہوتی جب کہ اس کے مقابل میں صحیح حدیث ہو۔ کون سی کتاب میں صحیح حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔

اگر ان الفاظ کی حدیث موجود ہو تو پھر واقعی آپ ان حدیثوں

پر جرح قطع کر کے سبکدوش ہو سکتے ہیں جب کہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ صاف نص صریح حدیث نہیں ہے تو آپ کو ان ضعیف احادیث پر عمل کرنا پڑے گا۔

مولانا ضعیف اور موضوع میں کیا فرق ہے اگر ضعیف اور موضوع کا ایک ہی مقصد ہے یعنی ایک ہی درجہ میں ہیں تو پھر آپ کی بات صحیح ہے کہ یہ حدیثیں قابلِ عمل نہیں ہیں۔ اور اگر ضعیف وموضوع میں فرق ہے تو یقیناً ضعیف حدیث قابلِ عمل ہے۔

موضوع کے معنی بناوٹی حدیث اگر ضعیف کا مطلب بھی یہی ہے کہ بناوٹی حدیث ہے تو بے شک ضعیف حدیث قابلِ عمل نہیں ہے۔ ورنہ قابلِ عمل ہے اگر آپ نے اس کی طرف توجہ کی تو انشاءاللہ تعالیٰ ایسے حوالے پیش کروں گا کہ جن حدیثوں کو امام بخاریؒ نے ضعیف اور منکر کہا ہے اور پھر ان حدیثوں پر آپ کا عمل ہے۔

جناب مولانا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ یہ ہے ساری عمر کی نماز کا حال ساری نمازیں برباد گیئں۔

کیوں جناب! صحابہؓ کرام جو رکوع کی رکعت کو شمار کرتے تھے تو ان کے متعلق بھی جناب کا یہی فتویٰ ہو گا؟ تو ان کی نمازیں بھی ضائع گیئں۔

اب مولانا کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ مہربانی فرما کر

ایسی مرفوع حدیث صحیح پیش کریں جس میں حضورؐ نے فرمایا ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ فاتحہ خلف الامام کی حدیثیں نہ پیش کریں۔ کیونکہ آپ کا اور ہمارا اختلاف فاتحہ خلف الامام میں نہیں ہے۔ بلکہ رکوع کی رکعت نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ رکوع کے نہ ہونے کے متعلق کوئی نص صریح حدیث پیش کرو۔ ہاں میں آپ کے سامنے بیہقی جلد ۲ ص ۹۸ کی حدیث پیش کرتا ہوں۔

بغور سنیئے۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ فَارْکَعُوْا وَاِنْ کَانَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعْتَدُّوْا بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ یَکُنْ مَعَہُ الرُّکُوْعُ۔

یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آؤ تم اور امام رکوع میں ہو پس رکوع کرو تم۔ اور اگر سجدہ میں ہو امام پس سجدہ کرو تم۔ اور سجدہ کو شمار مت کرو جب کہ اس کے ساتھ رکوع نہیں ہو۔

دیکھا کیسی صاف دلیل ہے۔ آپ بھی مہربانی کر کے ایسی ہی صاف دلیل پیش کر دیں۔ چلیئے آپ بھی مرفوع حدیث چاہے ضعیف ہی ہو پیش کر دیجئے جس کا مطلب یہ ہو کہ رکوع کی رکعت کو مت شمار کرو۔

فقط والسلام

کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

سائل مولانا سیف الدین حیدرآبادی

س:۔ (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے؟ (۲) قیام اور قرأت سورہ فاتحہ فرض اور واجب ہے یا نہیں؟ (۳) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے كَانَ يَقُوْلُ لَا يَرْكَعَنَّ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَقْرَأَ بِالْفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ ذَالِكَ۔ یعنی کوئی شخص رکوع نہ کرے تا وقتیکہ سورہ فاتحہ نہ پڑھ لے۔ حضرت عائشہؓ بھی یہی فرماتی ہیں (جزء القرأت للامام البخاری) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب تک تو امام کو رکوع سے پہلے کھڑا ہوا نہیں پائے گا تیری رکعت نہیں ہوگی (ایضاً) نیز عون المعبود ج۱ ص۳۳۲ پر ایک روایت یوں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص امام کو حالت رکوع میں پائے وہ رکوع میں امام کے ساتھ ملجائے اور رکعت کو لوٹا لے۔ پس ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی لیکن بعض احباب کہتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے تو ان روایات کا کیا مقصد ہوگا؟

جوابات:۔ (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِذَا جِئْتُمْ وَالْاِمَامُ رَاكِعٌ فَارْكَعُوْا وَاِنْ كَانَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعْتَدُّوْا بِالسُّجُوْدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوْعُ۔ یعنی تم مقتدی مسجد میں اس وقت پہنچے کہ امام رکوع میں تھا تو تم رکوع میں ملجاؤ اور اگر امام سجدہ میں ہے تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور سجدہ کو رکعت میں شمار نہ کرو جب کہ اس کے ساتھ رکوع نہ ملا ہو (سنن بیہقی ج۲ ص۸۹) پس اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سجدہ میں ملنے سے رکعت شمار نہیں ہوگی

اور رکوع میں مل جانے سے رکعت شمار ہو گی ــــ (۲) قیام اور قرآت فاتحۃ الکتاب اپنے محل پر فرض ہے، حالت رکوع اس سے مستثنیٰ ہے یعنی رکوع میں ملنے سے قیام اور قرأۃ فاتحہ ساقط ہو گی اور رکوع سے پہلے جماعت میں ملنے پر فرض اور واجب ہے گی چنانچہ نمازِ ظہر اپنے محل یعنی حضر میں چار رکعتیں فرض ہیں اور سفر میں ۲دو رکعتیں فرض ہیں ، سفر میں ۲دو رکعتیں ساقط ہو گئیں . پس سفر میں ۲دو رکعتوں کے ساقط ہونے پر حضر میں ۲دو رکعات کا سقوط اور نفی لازم نہیں آئیگی ۔ (۳) حضرت ابو سعید خدریؓ اور مائی عائشہؓ کے قول کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص امام کو حالتِ قیام میں پائے وہ چپ چاپ نہ کھڑا رہے بلکہ رکوع میں جانے سے پہلے سورہ فاتحہ ضرور پڑھ لے ۔ اور یہ مفہوم لینا کہ امام رکوع میں ہو اور مقتدی بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے رکوع نہ کرے بلکہ سورت فاتحہ پڑھتا رہے تو یہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے خلاف ہو گا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ ملجاؤ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول بھی اس شخص کے حق میں ہے جو مسجد میں موجود ہے لیکن امام کے حالتِ قیام میں بات چیت کرتا رہتا ہے یا اور کسی شغل میں مصروف رہ کر دیدہ و دانستہ قیام اور قرأۃ سورہ فاتحہ کو ضائع کرتا ہے جب دیکھتا ہے کہ امام رکوع میں چلا گیا ہے تو وہ بھی دوڑ کر رکوع میں شامل ہو جاتا ہے ۔ اور جو شخص مسجد میں اسوقت آتا ہے کہ امام رکوع میں ہے اور وہ امام کے سر اُٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کی یہ رکعت ہو جائیگی چنانچہ یہی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ۔ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَھَا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَہٗ (عون المعبود ج ۱ ص ۳۳۵) یعنی جو شخص امام کی پیٹھ اُٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو جائے گا اس کی وہ رکعت ہو جائیگی ۔ آپ نے جو مرفوع روایت نقل کی اس کے متعلق عون المعبود میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یعنی یہ حدیثِ رسول اللہ نہیں ۔ فقط کرم الجلیلی عفی عنہ